Activities of AMC New Orleans, LA

Activities of AMC Seattle, WA

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ (2:258)

النـــور

جون 2009

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ O

(یونس: 107)

اور اللہ کے سوا اسے نہ پکار جو نہ تجھے فائدہ دیتا ہے اور نہ تجھے نقصان پہنچاتا ہے اور اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔

{700 احکامِ خداوندی صفحہ 54}

قرآن کریم

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ؕ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝

کیا کوئی ہے جو اللہ کو (اپنے مال کا) اچھا ٹکڑا کاٹ کر دے تا کہ وہ اسے اس کیلئے بہت بہت بڑھائے۔ اور اللہ (کی یہ بھی سنت ہے کہ وہ بندہ کا مال) لیتا ہے اور بڑھاتا ہے۔ اور (آخر) تمہیں اُسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

(البقرۃ:246)

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ :

انسان جب خدا تعالیٰ کے لئے اپنا مال خرچ کرے تو اسے تین باتیں خاص طور پر ملحوظ رکھنی چاہئیں۔ اوّل اُس کے دل میں صدقہ و خیرات کرتے وقت کوئی انقباض پیدا نہ ہو۔ بلکہ وہ پوری بشاشت اور خوش دلی کے ساتھ اُس میں حصہ لے۔ دوم جسے کوئی چیز دی جائے اُس پر احسان نہ جتایا جائے اور نہ اس کے نتیجہ میں اس پر کوئی ناواجب بوجھ ڈالا جائے بلکہ یہ سمجھا جائے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس نیکی کی توفیق دے کر درحقیقت مجھ پر احسان کیا ہے۔ سوم جو چیز دی جائے وہ اپنے مال کا بہترین حصہ ہو۔ یہ تینوں امور مندرجہ ذیل آیتوں سے مستنبط ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ منافقوں کے متعلق فرماتا ہے:

وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَھُمْ کٰرِھُوْنَ (توبہ:54) وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں کراہت اور ناپسندیدگی کے ساتھ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًی (البقرۃ:263) مومن وہ ہیں جو اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے بعد نہ تو کسی رنگ میں دوسروں پر احسان جتلاتے ہیں اور نہ انہیں کسی قسم کی تکلیف دیتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (ال عمران:93) تم کامل نیکی کا مقام ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے خرچ نہ کرو۔ پس مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم میں سے کوئی ہے جو اپنے مال کا اچھے سے اچھا ٹکڑا الگ کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے جس کے دیتے وقت نہ تو اس کے دل میں انقباض پیدا ہو اور نہ اُس کے بعد وہ دوسروں پر احسان جتلائے یا اُن کے لئے کسی قسم کی تکلیف کا موجب بنے۔ اور یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ ایسا کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں اس نیکی کا بہتر سے بہتر اجر عنایت فرمائے گا۔ اور اُن کا ایک ایک عمل اُن کے لئے ہزاروں گنا برکات کا موجب ہوگا۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 549-551)

احادیث مبارکہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَسْعَوْنَ وَاْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَمْشُوْنَ وَعَلَیْكُمُ السَّكِیْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَافَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا زَادَ مُسْلِمٌ فِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ: فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ یَعْمِدُ اِلَی الصَّلٰوةِ فَهُوَ فِیْ صَلٰوةٍ۔

(مسلم کتاب الصلوۃ باب استحباب ایتان الصلوٰۃ بوقار وسکینۃ صفحہ 226/10)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم دوڑ کر اس میں شامل نہ ہوا کرو۔ بلکہ وقار اور آرام سے چل کر آؤ۔ نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ مل جائے، پڑھ لو۔ جو رہ جائے اسے بعد میں پورا کر لو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز کی خاطر گھر سے نکلتا ہے تو وہ اس وقت سے ہی نماز میں ہوتا ہے۔

☆=......=......=......=......=......=......=......=......☆

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَافِی النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ یَجِدُوْا اِلَّا اَنْ یَّسْتَهِمُوْا عَلَیْهِ لَاسْتَهَمُوْا

(بخاری کتاب الاذان باب الاستهام فی الاذان)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان دینے اور صف اوّل میں بیٹھنے سے کتنا ثواب ملتا ہے اور اگر انہیں اس کے حصول کیلئے قرعہ اندازی کرنی پڑتی تو وہ قرعہ اندازی پر اصرار کرتے۔

☆=......=......=......=......=......=......=......=......☆

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِی الصَّلٰوةِ وَیَقُوْلُ: اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ لِیَلِیَنِیْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ۔

(مسلم کتاب الصلٰوۃ باب تسویۃ الصُّفوف)

حضرت ابو مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نماز کی صفوں کو سیدھا کرنے کیلئے ہمارے کندھوں پر ہاتھ رکھتے اور فرماتے۔ صفیں سیدھی بناؤ اور آگے پیچھے نہ ہو۔ ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف بھر جائے گا۔ میرے قریب زیادہ علم والے سمجھدار لوگ کھڑے ہوں پھر وہ لوگ جو رتبے میں ان سے قریب ہوں پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہوں۔

☆=......=......=......=......=......=......=......=......☆

فرمودات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حصہ دوم

اللہ تعالیٰ کے نشان سے ٹھٹھا کرنے والے خدا سے ٹھٹھا کرتے ہیں

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے تو نبوت تو درکنار خدائی کا ثبوت بھی اس طرح نہ ملتا

میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ جس قدر کوئی شخص قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر مؤاخذہ کے قابل ہے۔ اہلِ بیت زیادہ مؤاخذہ کے لائق تھے۔ وہ لوگ جو دور ہوں وہ قابلِ مؤاخذہ نہیں لیکن تم ضرور ہو۔ اگر تم میں اُن پر کوئی ایمانی زیادتی نہیں تو تم میں اور اُن میں کیا فرق ہوا۔

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ 25 دسمبر 1897)

رزق سے مراد

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرة: 4) رزق سے مراد صرف مال نہیں بلکہ جو کچھ ان کو عطا ہوا علم، حکمت، طبابت۔ یہ سب رزق میں ہی شامل ہے۔ اس کو اسی میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرنا ہے۔

تدریج کے ساتھ تعلیم کی تکمیل

انسان نے اس راہ میں بتدریج اور زینہ بہ زینہ ترقی کرنا ہے۔ اگر انجیل کی طرح یہ تعلیم ہوتی کہ گال پر طمانچہ کھا کر دوسرے طمانچہ کیلئے گال آگے رکھ دی جاوے۔ یا سب کچھ دیدیا جاوے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح تعلیم کے ناممکن التعمیل ہونے کے باعث ثواب سے محروم رہتے۔ لیکن قرآن شریف تو حسبِ فطرتِ انسانی آہستہ آہستہ ترقی کراتا ہے۔ انجیل کی مثال تو اُس لڑکے کی ہے جو مکتب میں داخل ہوتے ہی بڑی مشکل کتاب پڑھنے کیلئے مجبور کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ اس کی حکمت کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے تھا کہ تدریج کے ساتھ تعلیم کی تکمیل ہو۔

اس کے بعد متقی کیلئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ج وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

(البقرة: 5)

یعنی وہ متقی ہوتے ہیں جو پہلی نازل شدہ کتب پر اور جو تجھ پر نازل ہوئی۔ اس پر ایمان لاتے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

یہ امر بھی تکلف سے خالی نہیں۔ ابھی تک ایمان ایک محجوبیت کے رنگ میں ہے۔ متقی کی آنکھیں معرفت اور بصیرت کی نہیں۔ اس نے تقویٰ سے شیطان کا مقابلہ کر کے ابھی تک ایک بات کو مان لیا ہے۔ یہی حال اس وقت ہماری جماعت کا ہے۔ انہوں نے بھی تقویٰ سے مانا تو ہے۔ پر ابھی تک وہ نہیں جانتے کہ یہ جماعت کہاں تک نشو ونما الٰہی ہاتھوں سے پانے والی ہے۔ سو یہ ایک ایمان ہے جو بالآخر فائدہ رساں ہوگا۔

یقین کا لفظ جب عام طور پر استعمال ہو، تو اس سے مراد اس کا ادنیٰ درجہ ہوتا ہے یعنی علم کے تین مدارج میں سے ادنیٰ درجہ کا علم، یعنی علم الیقین۔ اس درجہ پر اتقا والا ہوتا ہے مگر بعد اس کے عین الیقین اور حق الیقین کا مرتبہ بھی تقویٰ کے مراحل طے کرنے کے بعد حاصل کر لیتا ہے۔

تقویٰ کوئی چھوٹی چیز نہیں۔ اس کے ذریعہ سے اُن تمام شیطانوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے جو انسان کی ہر ایک اندرونی طاقت وقوت پر غلبہ پائے ہوئے ہیں۔ یہ تمام قوتیں نفسِ امارہ کی حالت میں انسان کے اندر شیطان ہیں۔ اگر اصلاح نہ پائیں گی تو انسان کو غلام کر لیں گی۔ علم وعقل ہی برے طور پر استعمال ہو کر شیطان ہو جاتے

ہیں۔متقی کا کام اُن کی اور ایسا ہی اور دیگر کل قویٰ کی تعدیل کرنا ہے۔

سچا مذہب انسانی قویٰ کا مُربی ہوتا ہے

ایسا ہی جو لوگ انتقام،غضب یا نکاح کو ہر حال میں برا مانتے ہیں وہ بھی صحیفہء قدرت کے مخالف ہیں اور قویٰ انسانی کا مقابلہ کرتے ہیں۔سچا مذہب وہی ہے جو انسانی قویٰ کا مربی ہو، نہ کہ اُن کا استیصال کرے۔رجولیت یا غضب جو خداتعالیٰ کی طرف سے فطرتِ انسانی میں رکھے گئے ہیں۔ان کو چھوڑنا خدا کا مقابلہ کرنا ہے۔جیسے تارک الدنیا ہونا یا راہب بن جانا۔یہ تمام امور حق العباد کو تلف کرنے والے ہیں۔اگر یہ امر ایسا ہی ہوتا تو گویا اس خدا پر اعتراض ہے،جس نے یہ قویٰ ہم میں پیدا کئے۔پس ایسی تعلیمات جو انجیل میں ہیں اور جن سے قویٰ کا استیصال لازم آتا ہے،ضلالت تک پہنچاتی ہیں۔
اللہ تعالیٰ تو اس کی تعدیل کا حکم دیتا ہے۔ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔جیسے فرمایا:

اِنَّ اللہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔۔۔الخ
(النحل:91)

عدل ایک ایسی چیز ہے جس سے سب کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔حضرت مسیحؑ کا یہ تعلیم دینا کہ اگر تو بُری آنکھ سے دیکھے تو آنکھ نکال ڈال۔اس میں بھی قویٰ کا استیصال ہے، کیونکہ ایسی تعلیم نہ دی کہ تو غیر محرم عورت کو ہرگز نہ دیکھ،مگر برخلاف اس کے اجازت دی کہ دیکھ تو ضرور، لیکن زنا کی آنکھ سے نہ دیکھ۔دیکھنے سے تو ممانعت ہے ہی نہیں۔دیکھے گا تو ضرور، بعد دیکھنے کے دیکھنا چاہیئے کہ اس کے قویٰ پر کیا اثر ہوگا۔کیوں نہ قرآن شریف کی طرح آنکھ کو ٹھوکر والی چیز ہی کے دیکھنے سے روکا۔اور آنکھ جیسی مفید اور قیمتی چیز کو ضائع کر دینے کا افسوس لگایا۔

آج کل پردہ پر حملے کئے جاتے ہیں لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اسلامی پردہ سے مراد زنداں نہیں بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔جب پردہ ہوگا ٹھوکر سے بچیں گے۔ایک منصف مزاج کہہ سکتا ہے کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد و عورت اکٹھے بلا تامل اور بے محابا مل سکیں، سیریں کریں۔کیونکر جذباتِ نفس سے اضطراراً ٹھوکر نہ کھائیں گے۔بسا اوقات سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسی قومیں غیر مرد اور عورت کے ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو،کوئی عیب نہیں سمجھتیں۔یہ گویا تہذیب ہے۔انہی بد نتائج کو روکنے کیلئے شارعِ اسلام نے وہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دی جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہوں۔ایسے موقعہ پر یہ کہدیا کہ جہاں اس طرح غیر محرم مرد و عورت ہر دو جمع ہوں تیسرا اُن میں شیطان ہوتا ہے۔اُن ناپاک نتائج پر غور کرو جو یورپ اس خلیع الرسن تعلیم سے بھگت رہا ہے۔بعض جگہ بالکل قابلِ شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جارہی ہے یہ انہی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔اگر کسی چیز کی خیانت سے حفاظت کرو۔لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس لوگ ہیں،تو یاد رکھو کہ ضرور وہ چیز تباہ ہوگی۔اسلامی تعلیم کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس نے مرد و عورت کو الگ رکھ کر ٹھوکر سے بچایا اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی جس کے باعث یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خود کشیاں دیکھیں۔بعض شریف عورتوں کا طوائفانہ زندگی بسر کرنا ایک عملی نتیجہ اس اجازت کا ہے جو غیر عورت کو دیکھنے کیلئے دی گئی۔

انسانی قویٰ کی تعدیل اور جائز استعمال

اللہ تعالیٰ نے جس قدر قویٰ عطا فرمائے، وہ ضائع کرنے کیلئے نہیں دیئے گئے ان کی تعدیل اور جائز استعمال کرنا ہی اُن کی نشوونما ہے۔ اسی لئے اسلام نے قوائے رجولیت یا آنکھ کے نکالنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ ان کا جائز استعمال اور تزکیہ نفس کرایا جیسے فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝
(المومنون:2)

اور ایسے ہی یہاں بھی فرمایا متقی کی زندگی کا نقشہ کھینچ کر آخر میں بطور نتیجہ یہ کہا

وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
(البقرۃ:6)

یعنی وہ لوگ جو تقویٰ پر قدم مارتے ہیں ایمان بالغیب لاتے ہیں۔نماز ڈگمگاتی ہے۔پھر اُسے کھڑا کرتے ہیں۔خدا کے دیئے ہوئے سے دیتے ہیں۔باوجود خطراتِ نفس بلا سوچے، گزشتہ اور موجودہ کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور آخر کار وہ یقین تک پہنچ جاتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سر پر ہیں۔وہ ایک ایسی سڑک پر ہیں جو برابر آگے کو جارہی ہے اور جس سے آدمی فلاح تک پہنچتا ہے۔پس یہی لوگ فلاح یاب ہیں جو منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں گے اور راہ کے خطرات سے نجات پا چکے ہیں۔اس لئے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں تقویٰ کی تعلیم دے کر ایک ایسی کتاب ہم کو عطا کی۔جس میں تقویٰ کے وصایا بھی دیئے۔

اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کرو

اہلِ تقویٰ کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کیلئے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے۔عُجب اور پندار غضب سے پیدا

ہوتا ہے اور ایسا ہی کبھی خود غضب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ غضب اس وقت ہوگا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظرِ استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے۔ ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہوجائے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں۔ لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سُنے۔ اس کی دلجوئی کرے۔ اس کی بات کی عزت کرے۔ کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O

(الحجرات:12)

تم ایک دوسرے کا چڑ کے نام نہ لو۔ یہ فعل فساق و فجار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ہے وہ نہ مرے گا جبتک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہوگا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب ایک ہی چشمہ سے کُل پانی پیتے ہو، تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہوسکتا۔ خداتعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ O

(الحجرات:14)

ذاتوں کا امتیاز

یہ جو مختلف ذاتیں ہیں یہ کوئی وجہء شرافت نہیں۔ خداتعالےٰ نے محض عرف کیلئے یہ ذاتیں بنائیں اور آج کل تو صرف بعد چار پُشتوں کے حقیقی پتہ لگانا ہی مشکل ہے۔ متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کردیا کہ میرے نزدیک ذات کی کوئی سَنَد نہیں۔ حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے۔

متقی کون ہیں؟

خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں۔ وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے۔ ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیئے جس سے ہماری فلاح ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں۔ وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے۔ جو تقویٰ کرے گا وہ مقامِ اعلیٰ کو پہنچے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں سے کسی نے وراثت سے تو عزت نہیں پائی۔ گو ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ مشرک نہ تھے لیکن اس نے نبوت تو نہیں دی یہ تو فضلِ الٰہی تھا۔ اُن صدقوں کے باعث جو ان کی فطرت میں تھے۔ یہی فضل کے محرک تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ابوالانبیاء تھے انہوں نے اپنے صدق و تقویٰ سے ہی بیٹے کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا۔ خود آگ میں ڈالے گئے ہمارے سیدومولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھئے۔ آپؐ نے ہر ایک قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے، لیکن پرواہ نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لئے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا O

(الاحزاب:57)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم درود وسلام بھیجو نبیؐ پر۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسولِ اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کیلئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے۔ یعنی آپؐ کے اعمالِ صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپؐ کی رُوح میں وہ صدق و وفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کیلئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکرگزاری کے طور پر درود بھیجیں۔ آپؐ کی ہمت یا روحانی صدق و وفا کا کہاں تک اثر ان کے پیروؤں پر ہوا۔ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایک بدرَوِش کو درست کرنا کس قدر مشکل ہے۔ عاداتِ راسخہ کا گنوانا کیسا محالات سے ہے، لیکن ہمارے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہزاروں انسانوں کو درست کیا، جو حیوانوں سے بدتر تھے۔ بعض ماؤں اور بہنوں میں حیوانوں کی طرح فرق نہ کرتے تھے۔ یتیموں کا مال کھاتے۔ مُردوں کا مال کھاتے۔ بعض ستارہ پرست، بعض دہریہ، بعض عناصر پرست تھے۔ جزیرہ عرب کیا تھا ایک مجموعہء مذاہب اپنے اندر رکھتا تھا۔

قرآن مجید کامل ہدایت ہے

اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ قرآن کریم ہر ایک قسم کی تعلیم اپنے اندر رکھتا ہے ہر ایک غلط عقیدہ یا بری تعلیم جو دنیا میں

ممکن ہے اس کے استیصال کیلئے کافی تعلیم اس میں موجود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عمیق حکمت و تصرّف ہے۔

چونکہ کامل کتاب نے آ کر اصلاح کرنی تھی۔ ضرور تھا کہ اُس کے نزول کے وقت اُس کے جائے نزول میں بیماری بھی کامل طور پر ہو، تا کہ ہر بیماری کا کامل علاج مہیا کیا جاوے۔ سو اس جزیرہ میں کامل طور سے بیمار (لوگ موجود) تھے اور جن میں وہ تمام روحانی بیماریاں موجود تھیں، جو اس وقت یا اس کے بعد آئندہ نسلوں کو لاحق ہونے والی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن شریف نے کُل شریعت کی تکمیل کی۔ دوسری کتابوں کے نزول کے وقت نہ یہ ضرورت تھی، نہ اُن میں ایسی کامل تعلیم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ

ہمارے نبی اکملؐ کی برکات جس قدر ظہور میں آئیں۔ اگر تمام خوارق کو الگ کر دیا جائے تو صرف آپؐ کی اصلاح ہی ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ اگر کوئی اس حالت پر غور کرے جب آپؐ آئے، پھر اُس حالت کو دیکھے جو آپؐ چھوڑ گئے۔ تو اس کو ماننا پڑے گا کہ یہ اثر بذاتِ خود ایک اعجاز تھا؛ اگرچہ کُل انبیاء عزت کے قابل ہیں لیکن

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط

(الجمعہ: 5)

اگر آنحضرت ﷺ تشریف نہ لاتے تو نبوت تو درکنار خدائی کا ثبوت بھی اس طرح نہ ملتا۔ آپؐ ہی کی تعلیم سے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

(الاخلاص)

کا پتہ لگا۔ اگر توریت میں کوئی ایسی تعلیم ہوتی اور قرآن شریف اس کی تصریح ہی کرتا تو نصاریٰ کا وجود ہی کیوں ہوتا۔

قرآن پاک میں سب سچائیاں ہیں

غرض قرآن شریف نے جس قدر تقویٰ کی راہیں بتلائیں اور ہر طرح کے انسانوں اور مختلف عقل والوں کی پرورش کرنے کے طریق سکھلائے ایک جاہل، عالم اور فلسفی کی پرورش کے راستے ہر طبقہ کے سوالات کے جواب۔ غرضیکہ کوئی فرقہ نہ چھوڑا، جس کی اصلاح کے طریق نہ بتائے۔ یہ ایک صحیفہ قدرت تھا۔ جیسے کہ فرمایا فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ (البیّنۃ: 4) یہ وہ صحیفے ہیں جن میں کل سچائیاں ہیں۔ یہ کیسی مبارک کتاب ہے کہ اس میں سب سامان اعلیٰ درجہ تک پہنچنے کے موجود ہیں۔

مسیح و مہدی

لیکن افسوس ہے کہ جیسے حدیث میں آیا ہے کہ ایک درمیانی زمانہ آوے گا جو فیج اعوج ہے۔ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک میرا زمانہ برکت والا ہے ایک آنے والے مسیح و مہدی کا۔ مسیح و مہدی کوئی دو الگ اشخاص نہیں ان سے مراد ایک ہی ہے۔ مہدی ہدایت یافتہ سے مراد ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسیح 'مہدی نہیں۔ مہدی' مسیح ہو یا نہ ہو لیکن مسیح ' کے مہدی ہونے سے انکار کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نے یہ دو الفاظ سَبّ و شتم کے مقابل بطور ذبّ کے رکھے ہیں کہ وہ کافر، ضــالّ، مُضِلّ نہیں بلکہ مہدی ہے۔ چونکہ اس کے علم میں تھا کہ آنے والے مسیح و مہدی کو دجّال و گمراہ کہا جائے گا اس لئے اُسے مسیح و مہدی کہا گیا۔ دجّال کا تعلق اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ (الـاعراف: 177) سے تھا اور مسیح علیہ السلام کا رفع آسمانی ہونا تھا۔ سو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا اس کی تکمیل دو ہی زمانوں میں ہونی تھی۔ ایک آپؐ کا زمانہ اور ایک آخری مسیح و مہدی کا زمانہ یعنی ایک زمانے میں تو قرآن اور سچی تعلیم نازل ہوئی لیکن اس تعلیم پر فیج اعوج کے زمانہ نے پردہ ڈال دیا۔ جس پردہ کا اٹھایا جانا مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں مقدر تھا۔ جیسے کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تو موجودہ جماعت یعنی جماعتِ صحابہ کرامؓ کا تزکیہ کیا اور ایک آنے والی جماعت کا جس کی شان میں لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الـجمعہ: 4) آیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے بشارت دی کہ ضلالت کے وقت اللہ تعالیٰ اس دین کو ضائع نہ کرے گا بلکہ آنے والے زمانہ میں خدا تعالیٰ حقائق قرآنیہ کو کھول دے گا۔ آثار میں ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ فضیلت ہوگی کہ وہ قرآنی فہم اور معارف کا صاحب ہوگا اور صرف قرآن سے استنباط کر کے لوگوں کو ان کی غلطیوں سے متنبہ کرے گا جو حقائق قرآن کی ناواقفیت سے لوگوں میں پیدا ہوگئی ہوں گی۔

سلسلہ موسویہ و محمدیہ میں مماثلت

قرآن شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیلِ موسیٰؑ قرار دے کر فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝

(المزمّل: 16)

یعنی ہم نے ایک رسول بھیجا جیسے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تھا ہمارا رسول مثیلِ موسیٰؑ ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

(النور: 56)

کہ اس مثیلِ موسیٰ کے خلفاء بھی اُسی سلسلہ سے ہوں گے جیسے کہ موسیٰؑ کے خلفاء سلسلہ وار آئے۔
اس سلسلہ کی میعاد چودہ سو برس تک رہی۔ برابر خلفاء آتے رہے۔ یہ ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشگوئی تھی کہ جس طرح سے پہلے سلسلہ کا آغاز ہوا۔ ویسے ہی اس سلسلہ کا آغاز ہوگا۔ یعنی جس طرح موسیٰؑ نے ابتداء میں جلالی نشان دکھائے اور قوم کو فرعون سے چھڑایا۔ اسی طرح آنے والا نبی بھی موسیٰ کی طرح ہوگا۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ۞ اِلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ ط كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۞

(المزمّل: 19,18)

یعنی جس طرح ہم نے موسیٰ کو بھیجا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کفارِ عرب بھی فرعونیت سے بھرے ہوئے تھے، وہ بھی فرعون کی طرح باز نہ آئے۔ جبتک انہوں نے جلالی نشان نہ دیکھ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام موسیٰؑ کے کاموں کے سے تھے۔ اس موسیٰ کے کام قابلِ پذیرائی نہ تھے، لیکن قرآن شریف نے منوایا۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں گو فرعون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو نجات ملی، لیکن گناہوں سے نجات نہ ملی۔ وہ لڑے اور کج دل ہوئے اور موسیٰؑ پر حملہ آور ہوئے لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری پوری نجات قوم کو دی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر طاقت، شوکت، سلطنت اسلام کو نہ دیتے تو مسلمان مظلوم رہتے اور کفار کے ہاتھ سے نجات نہ پاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک تو یہ نجات دی کہ مستقل اسلامی سلطنت قائم ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ گناہوں سے ان کو کامل نجات ملی۔ خدا تعالےٰ نے ہر دو نقشے کھینچے ہیں کہ عرب پہلے کیا تھے اور پھر کیا ہو گئے۔ اگر ہر دو نقشے اکٹھے کئے جائیں تو ان کی پہلی حالت کا اندازہ لگ جائے گا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اُنکو دونوں نجاتیں دیں۔ شیطان سے بھی نجات دی اور طاغوت سے بھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کا مقام

جو صدق وصفا آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے دکھایا اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ جان دینے تک سے دریغ نہ کیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے لئے کوئی مشکل کام نہ تھا اور نہ ہی کوئی منکرِ الہام تھا۔ برادری کے چند لوگوں کو سمجھانا کونسا بڑا کام ہے۔ یہودی توریت تو پڑھے ہی ہوتے تھے، اس پر ایمان رکھتے تھے۔ خدا کو وحدہٗ لاشریک جانتے ہی تھے۔ بعض وقت یہ خیال آجاتا ہے کہ حضرت مسیح کیا کرنے آئے تھے۔ یہودیوں میں تو توریت کیلئے اب بھی غیرت پائی جاتی ہے۔ نہایت کار یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاید اخلاقی نقص یہود میں تھے لیکن تعلیم تو توریت میں موجود ہی تھی۔ باوجود اس سہولت کے کہ قوم اس کتاب کو مانتی تھی، حضرت مسیحؑ نے وہ کتاب سبقاً سبقاً ایک استاد سے پڑھی تھی۔ اس کے مقابل ہمارے سیّد و مولیٰ ہادیٔ کامل اُمّیؐ تھے۔ آپؐ کا کوئی استاد بھی نہ تھا اور یہ ایک واقعہ ہے کہ مخالف بھی اس امر سے انکار نہ کر سکے۔ پس حضرت عیسیٰؑ کیلئے دو آسانیاں تھیں۔ ایک تو برادری کے لوگ تھے اور جو بھاری بات اُن سے منوانی تھی، وہ پہلے ہی مان چکے تھے۔ ہاں کچھ اخلاقی نقص تھے لیکن باوجود اتنی سہولت کے حواری بھی درست نہ ہوئے۔ لالچی رہے۔ حضرت عیسیٰؑ اپنے پاس روپیہ رکھتے تھے۔ بعض حواری چوریاں بھی کرتے تھے۔ چنانچہ وہ (حضرت مسیحؑ) کہتے ہیں کہ مجھے سر رکھنے کی جگہ نہیں لیکن ہم حیران ہیں کہ ایسا کہنے کے کیا معنے ہیں۔ جب گھر بھی ہو مکان بھی ہو اور مال میں گنجائش اس قدر کہ چوری کی جاوے تو پتہ بھی نہ لگے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ دکھانا یہ منظور ہے کہ باوجود ان تمام سہولتوں کے کوئی اصلاح نہ ہوسکی۔ پطرسؔ کو بہشت کی کنجیاں تو مل جاویں لیکن وہ اپنے استاد کو لعن دینے سے نہ رُک سکے۔ اب اس کے مقابلہ میں انصافاً دیکھا جاوے کہ ہمارے ہادی اکملؐ کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسول کیلئے کیا کیا جان نثاریاں کیں، جلاوطن ہوئے۔ ظلم اٹھائے، طرح طرح کے مصائب برداشت کئے، جانیں دیں۔ لیکن صدق و وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔ پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے اُنہیں ایسا جاں نثار بنادیا۔ وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا، جس کی شعاع ان کے دل میں پڑ چکی تھی، اسلئے خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کرلیا جاوے۔ آپؐ کی تعلیم، تزکیہ نفس، اپنے پیروؤں کو دنیا سے متنفر کرا دینا، شجاعت کے ساتھ صداقت کیلئے خون بہا دینا۔ اس کی نظیر کہیں نہ مل سکے گی۔ یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا ہے اور اُن میں جو باہمی الفت و محبت تھی۔ اس کا نقشہ دو فقروں میں بیان فرمایا ہے:

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ط لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ

(الانفال: 64)

یعنی جو تالیف اُن میں ہے وہ ہرگز پیدا نہ ہوتی، خواہ سونے کا پہاڑ بھی دیا جاتا۔ اب ایک اور جماعت مسیح موعودؑ کی ہے جس نے اپنے اندر صحابہؓ کا رنگ پیدا کرنا ہے۔ صحابہؓ کی تو وہ پاک جماعت تھی جس کی تعریف میں قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ کیا آپ لوگ ایسے ہیں؟ جب خدا کہتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو صحابہؓ کے دوش بدوش ہوں گے۔ صحابہؓ تو وہ تھے جنہوں نے اپنا مال، اپنا وطن راہِ حق میں دے دیا اور سب کچھ

چھوڑ دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اکثر سنا ہوگا۔ ایک دفعہ جب راہِ خدا میں مال دینے کا حکم ہوا تو گھر کا کل اثاثہ لے آئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے تو فرمایا کہ خدا اور رسول کو گھر چھوڑ آیا ہوں۔ رئیسِ مکّہ ہو اور کمبل پوش، غرباء کا لباس پہنے۔ یہ سمجھ لو کہ وہ لوگ تو خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔ ان کیلئے تو یہی لکھا ہے کہ سیفوں (تلواروں) کے نیچے بہشت ہے لیکن ہمارے لئے تو اتنی سختی نہیں کیونکہ یَضَعُ الْحَرْبُ ہمارے لئے آیا ہے یعنی مہدی کے وقت لڑائی نہیں ہوگی۔

جہاد کی حقیقت

اللہ تعالیٰ بعض مصالح کے رُو سے ایک فعل کرتا ہے اور آئندہ جب وہ فعل معرضِ اعتراض ٹھہرتا ہے تو پھر وہ فعل نہیں کرتا۔ اوّلاً ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تلوار نہ اٹھائی مگر اُن کو سخت سے سخت تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔ تیرہ سال کا عرصہ ایک بچے کو بالغ کرنے کیلئے کافی ہے اور حضرت مسیحؑ کی میعاد تو اگر اس میعاد میں سے دس نکال دیں تو پھر بھی کافی ہوتی ہے۔ غرض اس لمبے عرصہ میں کوئی یا کسی رنگ کی تکلیف نہ تھی جو اٹھانی نہ پڑی ہو۔ آخر کار وطن سے نکلے تو تعاقب ہوا۔ دوسری جگہ پناہ لی تو دشمن نے وہاں بھی نہ چھوڑا۔ جب یہ حالت ہوئی تو مظلوموں کو ظالموں کے ظلم سے بچانے کیلئے حکم ہوا:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ نِ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط

(الحج: 40-41)

کہ جن لوگوں کے ساتھ لڑائیاں خواہ مخواہ کی گئیں اور گھروں سے ناحق نکالے گئے، صرف اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا ربّ اللہ ہے۔ سو یہ ضرورت تھی کہ تلوار اٹھائی گئی۔ ورنہ حضرت کبھی تلوار نہ اٹھاتے۔ ہاں ہمارے زمانہ میں ہمارے برخلاف قلم اٹھائی گئی ہے۔ قلم سے ہم کو اذیت دی گئی اور سخت ستایا گیا، اس لئے اس کے مقابل پر قلم ہی ہمارا حربہ ہے۔

جماعت کیلئے نصیحت

میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ جس قدر کوئی شخص قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر مؤاخذہ کے قابل ہے۔ اہلِ بیت زیادہ مؤاخذہ کے لائق تھے۔ وہ لوگ جو دور ہوں وہ قابلِ مؤاخذہ نہیں لیکن تم ضرور ہو۔ اگر تم میں اُن پر کوئی ایمانی زیادتی نہیں تو تم میں اور اُن میں کیا فرق ہوا۔ تم ہزاروں کے زیرِ نظر ہو۔ وہ لوگ گورنمنٹ کے جاسوسوں کی طرح تمہاری حرکات وسکنات کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ سچے ہیں۔ جب مسیح علیہ السلام کے ساتھی صحابہؓ کے ہمدوش ہونے لگے ہیں تو کیا آپ ویسے ہیں جب آپ لوگ ویسے نہیں تو قابل گرفت ہیں۔ گو یہ ابتدائی حالت ہے لیکن موت کا کیا اعتبار ہے۔ موت ایک ایسا ناگزیر امر ہے جو ہر شخص کو پیش آتا ہے جب یہ حالت ہے تو پھر آپ کیوں غافل ہیں۔ جب کوئی شخص مجھ سے تعلق نہیں رکھتا تو یہ امر دوسرا ہے لیکن جب آپ میرے پاس آئے۔ میرا دعویٰ قبول کیا اور مجھے مسیح مانا تو گویا مِنْ وَجْہٍ آپ نے صحابہ کرامؓ کے ہمدوش ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ تو کیا صحابہؓ نے کبھی صدق و وفا پر قدم مارنے سے دریغ کیا۔ اُن میں کوئی کسل تھا۔ کیا وہ دل آزار تھے؟ کیا اُن کو اپنے جذبات پر قابو نہ تھا؟ کیا وہ منکسر المزاج نہ تھے، بلکہ ان میں پرلے درجہ کا انکسار تھا۔ سو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی ویسی ہی توفیق عطا کرے کیونکہ تذلّل اور انکساری کی زندگی کوئی شخص اختیار نہیں کر سکتا جبتک کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے۔ اپنے آپ کو ٹٹولو اور اگر بچہ کی طرح اپنے آپ کو کمزور پاؤ، تو گھبراؤ نہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دعا صحابہ کی طرح جاری رکھو۔ راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔ وہ پہلے کیا تھے۔ ایک کسان کی تخم ریزی کی طرح تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آبپاشی کی۔ آپ نے اُن کیلئے دعائیں کیں۔ بیج صحیح تھا اور زمین عمدہ تو اس آبپاشی سے پھل عمدہ نکلا۔ جس طرح حضور علیہ السلام چلتے اسی طرح وہ چلتے۔ وہ دن کا یا رات کا انتظار نہ کرتے تھے۔ تم لوگ سچے دل سے توبہ کرو، تہجد میں اٹھو، دعا کرو، دل کو درست کرو۔ کمزوریوں کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول و فعل کو بناؤ۔ یقین رکھو کہ جو اس نصیحت کو وِرد بنائے گا اور عملی طور سے دعا کرے گا اور عملی طور پر التجاء خدا کے سامنے لائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا اور اسکے دل میں تبدیلی ہوگی۔ خدا تعالیٰ سے نا اُمید مت ہو

ع

برکریماں کارہا دشوار نیست

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو کیا کوئی ولی بننا ہے؟ افسوس انہوں نے کچھ قدر نہ کی بیشک انسان نے (خدا کا) ولی بننا ہے۔ اگر وہ صراطِ مستقیم پر چلے گا تو خدا بھی اس کی طرف چلے گا اور پھر ایک جگہ پر اس کی ملاقات ہوگی۔ اس کی اس طرف حرکت خواہ آہستہ ہوگی لیکن اس کے مقابل خدا تعالےٰ کی حرکت بہت جلد ہوگی۔ چنانچہ یہ آیت اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ ..الخ (العنکبوت: 70) سو جو باتیں میں نے آج وصیت کی ہیں ان کو یاد رکھو ان ہی پر مدارِ نجات ہے تمہارے معاملات خدا اور خلق کے ساتھ ایسے ہونے چاہئیں جن میں رضا الٰہی مطلق ہی ہو۔ پس اس سے تم نے وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ط ...الخ (الجمعہ: ۴) کے مصداق بننا ہے۔

اسرائیلی اور اسمٰعیلی سلسلوں میں مشابہت

ہاں جیسا کہ آگے بیان ہو چکا ہے کہ خدا کی حکمتِ بالغہ نے یہی پسند کیا کہ پہلا سلسلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت مسیح علیہ السلام تک ختم ہوا اور یہ چودہ سو برس تک رہا۔ اسی طرح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج چودہ سو برس پر ایک مسیح کے آنے کا اشارہ ہے۔ عدد چودہ کو خاص نسبت ایک یہ بھی ہے کہ انسان چودہ برس پر بلوغ پالیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر ملی تھی کہ مسیح علیہ السلام اس وقت آئے گا جب یہودیوں میں بہت فرقے ہونگے اُن کے عقائد میں سخت اختلاف ہوگا۔ بعض کو فرشتوں کے وجود سے انکار بعض کو قیامت و حشرِ اجساد سے انکار غرض جب طرح طرح کی عملی بداعتقادی پھیل جائے گی۔ تب بطور حَکَم کے مسیح علیہ السلام ان میں آوے گا۔ اسی طرح ہمارے ہادیٔ کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اطلاع دی کہ جب تم میں بھی یہودیوں کی طرح کثرت سے فرقے ہوجاویں گے اور اُن کی طرح مختلف قسم کی بداعتقادیاں اور بدعملیاں شروع ہوں گی علماء یہود کی طرح بعض بعض کے مُکفِّر ہوں گے اُس وقت اس اُمتِ مرحومہ کا مسیح بھی بطور حَکَم کے آئے گا، جو قرآن شریف سے ہر امر کا فیصلہ کرے گا۔ وہ مسیح کی طرح قوم کے ہاتھ سے ستایا جائے گا اور کافر قرار دیا جائے گا۔ اگر ان لوگوں نے کم سمجھی سے اس شخص کو دجّال اور کافر کہا تو ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ کیونکہ حدیث میں آچکا تھا کہ آنے والا مسیح کافر اور دجّال ٹھہرایا جائے گا۔ لیکن جو عقیدہ آپ کو سکھلایا جاتا ہے وہ بالکل صاف اور اُجلا ہے اور محتاجِ دلائل بھی نہیں۔ برہانِ قاطع اپنے ساتھ رکھتا ہے۔

وفاتِ مسیح

پہلا جھگڑا وفاتِ مسیح کا ہی ہے۔ کھلی کھلی آیات اس کی حمایت میں ہیں۔

يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ

(ال عمران:56)

پھر

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ

(المائدہ:118)

یہ عذر بالکل جھوٹا ہے کہ تُوَفِّی کے معنی کچھ اور ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور خود ہادیٔ کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے معنے اماتت کے کردیئے ہیں۔ یہ لوگ بھی جہاں کہیں لفظ تَوَفِّی استعمال کرتے ہیں تو معنی اماتت اور قبضِ روح کے مراد لیتے ہیں۔ قرآن شریف نے بھی ہر ایک جگہ اس لفظ کے یہی معنے بیان کئے ہیں۔ اس لئے اس پر تو ہاتھ کہیں نہ پڑا اور جب مسیح ناصریؑ کی وفات ثابت ہے تو ضرور ہے کہ آنے والا اسی اُمت میں سے کوئی ہو۔ جیسے کہ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ (الحدیث)۔ اس کی تصریح کرتا ہے۔ وہ لوگ جو نیچری ہیں اُن کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اس ابتلا سے بچ گئے کیونکہ وفاتِ مسیح کے تو وہ قائل ہی ہیں۔ اور مسیح موعود کا ذکر اس قدر تواتر رکھتا ہے کہ جس تواتر سے انکار محال ہے۔ علاوہ ازیں قرآنی اشارات بھی آنے والے کے شاہد ہیں، اس لئے ایک عقلمند اس امر سے انکار نہیں کرسکتا کہ مسیح آئے گا۔

مسیح کو اس زمانے سے کیا خصوصیت ہے؟

ہاں بعض کا حق ہے کہ یہ اعتراض کریں کہ مسیح کو اس زمانہ سے کیا خصوصیت ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ قرآن شریف نے اسرائیلی اور اسماعیلی دو سلسلوں میں خلافت کی مماثلت کا کھلا کھلا اشارہ کیا ہے۔ جیسے اس آیت سے ظاہر ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

(النور: 56)

اسرائیلی سلسلہ کا آخری خلیفہ جو چودھویں صدی پر بعد حضرت موسیٰؑ آیا، وہ مسیح ناصری تھا۔ مقابل میں ضرور تھا کہ اس اُمت کا مسیح بھی چودھویں صدی کے سر پر آوے۔ علاوہ ازیں اہلِ کشف نے اسی صدی کو بعثتِ مسیح کا زمانہ قرار دیا۔ جیسے شاہ ولی اللہ صاحبؒ وغیرہ اہلحدیث کا اتفاق ہو چکا ہے کہ علاماتِ صغریٰ کُل اور علاماتِ کبریٰ ایک حد تک پوری ہو چکی ہیں، لیکن اس میں کسی قدر ان کی غلطی ہے۔۔۔ علامات کُل پوری ہو چکی ہیں۔ بڑی علامات یا نشان جو آنے والے کا ہے وہ بخاری شریف میں يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ الخ (بخاری جلد 1 باب نزول عیسیٰؑ) لکھا ہے یعنی نزولِ مسیح کا وقت غلبۂ نصاریٰ اور صلیبی پرستش کا زور ہے۔ سو کیا یہ وہ وقت نہیں؟ کیا جو کچھ پادریوں سے نقصان اسلام کو پہنچ چکا ہے اس کی نظیر آدمؑ سے لے کر آجتک کہیں ہے؟ ہر ملک میں تفرقہ پڑ گیا۔ کوئی ایسا خاندانِ اسلامی نہیں کہ جس میں سے ایک آدھ آدمی اُن کے ہاتھ میں نہ چلا گیا ہو۔ سو آنے والے کا وقت صلیب پرستی کا غلبہ ہے۔ اب اس سے زیادہ کیا غلبہ ہوگا کہ کس طرح درندوں کی طرح اسلام پر کینہ وری سے حملے کئے گئے۔ کیا کوئی گروہ مخالفین کا ہے کہ جس نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت وحشیانہ الفاظ اور گالیوں سے یاد نہیں کیا؟ اب اگر آنے والے کا یہ وقت نہیں تو بہت جلدی وہ آیا بھی تو سو سال تک آئے گا، کیونکہ وہ وقت مجدّد کا ہے۔ جس کی بعثت کا زمانہ صدی کا سر ہوتا ہے۔ تو کیا اسلام میں موجودہ وقت میں اس قدر اور طاقت ہے کہ ایک صدی تک پادریوں کے روز افزوں غلبہ کا مقابلہ کرسکے۔ غلبہ حد تک پہنچ گیا اور آنے والا آگیا۔ ہاں اب وہ دجّال کو اتمامِ حجت سے ہلاک

کرے گا کیونکہ حدیثوں میں آچکا ہے کہ اُس کے ہاتھ پر ملتوں کی ہلاکت مقدر ہے نہ لوگوں کی یا اہلِ مِلل کی، تو ویسا ہی پورا ہوا۔

مسیح موعود کی تائید میں آفاقی نشانات

آنے والے کا ایک یہ نشان بھی ہے کہ اس زمانہ میں ماہِ رمضان میں کسوف وخسوف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے نشان سے ٹھٹھا کرنے والے خدا سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ کسوف و خسوف کا اس کے دعویٰ کے بعد ہونا یہ ایک ایسا امر تھا جو افتراء اور بناوٹ سے بعید تر ہے۔ اس سے پہلے کوئی کسوف وخسوف ایسا نہیں ہوا یہ ایک ایسا نشان تھا کہ جس سے اللہ تعالیٰ کو کُل دنیا میں آنے والے کی منادی کرنی تھی، چنانچہ اہلِ عرب نے بھی اس نشان کو دیکھ کر اپنے مذاق کے مطابق درست کہا۔ ہمارے اشتہارات بطور منادی جہاں جہاں نہ پہنچ سکتے تھے۔ وہاں وہاں اس کسوف وخسوف نے آنے والے کے وقت کی منادی کردی۔ یہ خدا کا نشان تھا جو انسانی منصوبوں سے بالکل پاک تھا۔ خواہ کوئی کیسا ہی فلسفی ہو وہ غور کرے اور سوچے کہ جب مقرر کردہ نشان پورا ہو گیا تو ضرور ہے کہ اس کا مصداق بھی کہیں ہو۔ یہ امر ایسا نہ تھا کہ جو کسی حساب کے ماتحت ہو۔ جیسے کہ فرمایا تھا کہ یہ اس وقت ہوگا جب کوئی مدّعیِ مہدویّت ہو چکے گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ آدمؑ سے لے کر اُس مہدی تک کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ اگر کوئی شخص تاریخ سے ایسا ثابت کرے، تو ہم مان لیں گے۔ ایک اور نشان یہ بھی تھا کہ اُس وقت ستارہ ذوالسنین طلوع کرے گا۔ یعنی اُن برسوں کا ستارہ جو پہلے گزر چکے ہیں یعنی وہ ستارہ جو مسیح ناصری کے ایام (برسوں) میں طلوع ہوا تھا۔ اب وہ ستارہ بھی طلوع ہو گیا جس نے یہودیوں کے مسیح کی اطلاع آسمانی طور سے دی تھی۔ اسی طرح قرآن شریف کے دیکھنے سے بھی پتہ لگتا ہے:

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَاالْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ وَاِذَاالْمَوْءٗ دَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝

(التکویر :5تا11)

یعنی اس زمانہ میں اونٹنیاں بیکار ہو جاویں گی۔ اعلیٰ درجہ کی سواری اور باربرداری جن سے ایامِ سابقہ میں ہوا کرتی تھی یعنی اُس زمانہ میں سواری کا انتظام کچھ ایسا عمدہ ہوگا کہ یہ سواریاں بیکار ہو جائیں گی۔ اس سے ریلؔ کا زمانہ مراد تھا۔ وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ ان آیات کا تعلق قیامت سے ہے، وہ نہیں سوچتے کہ قیامت میں اونٹنیاں حمل دار کیسے رہ سکتی ہیں، کیونکہ عشار سے مراد حمل دار اُونٹنیاں ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ اس زمانہ میں چاروں طرف نہریں نکالی جائیں گی اور کتابیں کثرت سے اشاعت پائیں گی۔ غرضیکہ یہ سب نشان اسی زمانہ کے متعلق تھے۔

مسیح موعود کی جائے ظہور

اب رہا مکان کے متعلق۔ سو یاد رہے کہ دجّال کا خروج مشرق میں بتایا گیا ہے جس سے ہمارا ملک مراد ہے۔ چنانچہ صاحب حجج الکرامہؔ نے لکھا ہے کہ فتنِ دجّال کا ظہور ہندوستان میں ہو رہا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ظہورِ مسیح اُسی جگہ ہو، جہاں دجّال ہو۔ پھر اس گاؤں کا نام قدعہ قرار دیا ہے جو قادیانؔ کا مخفف ہے۔ یہ ممکن ہے کہ یمنؔ کے علاقہ میں بھی اس نام کا کوئی گاؤں ہو لیکن یہ یاد رہے کہ یمن حجاز سے مشرق میں نہیں بلکہ جنوب میں ہے۔ آخر اسی پنجابؔ میں ایک اور قادیاں بھی تو لدھیانہ کے قریب ہے۔ اس کے علاوہ خود قضاء وقدر نے اس عاجز کا نام جو رکھوایا ہے تو وہ بھی ایک لطیف اشارہ اس طرف رکھتا ہے کیونکہ غلام احمد قادیانی کے عدد بحساب جُمل پورے تیرہ سو نکلتے ہیں یعنی اس نام کا امام چودھویں صدی کے آغاز پر ہوگا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اسی طرف تھا۔

حوادثِ ارضی وسماوی

حوادث بھی ایک علامت تھی۔ حوادثِ سماوی نے قحط، طاعون اور ہیضہ کی صورت پکڑلی۔ طاعون وہ خطرناک عذاب ہے کہ اُس نے گورنمنٹ تک کو زلزلہ میں ڈال دیا۔ اور اگر اس کا قدم بڑھ گیا تو ملک صاف ہو جائے گا۔ ارضی حوادث لڑائیاں، زلازل تھے جنہوں نے ملک کو تباہ کیا۔ مامور من اللہ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے ثبوت میں آسمانی نشان دکھادے۔ ایک لیکھرامؔ کا نشان کیا کچھ کم نشان تھا۔ ایک کشتی کے طور پر کئی سال تک ایک شرط بدھی رہی۔ پانچ سال تک برابر جنگ ہوتا رہا۔ طرفین نے اشتہار دیئے۔ عام شہرت ہوگئی۔ ایسی شہرت کہ جس کی مثال بھی محال ہے۔ پھر ایسا ہی واقعہ ہوا جیسے کہ کہا گیا تھا کیا اس واقعہ کی کوئی اور نظیر ہے؟ دھرمؔ مہوتسو کے متعلق بھی کئی دن پہلے اعلان کیا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ ہمارا مضمون سب پر غالب رہے گا جن لوگوں نے اس عظیم الشان اور پُررعب جلسہ کو دیکھا ہے۔ وہ خود غور کر سکتے ہیں کہ ایسے جلسہ میں غلبہ پانے کی خبر پیش از وقت دینی کوئی اٹکل یا قیاس نہ تھا۔ پھر آخر وہی ہوا جیسے کہا گیا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحات 7-32)

۔۔۔کلام امام الزمان۔۔۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خُوب تر ہے خُوبی میں اِک قمر ہے — اس پر ہر اِک نظر ہے بدرُالدُّجےٰ یہی ہے
پہلے تو رَہ میں ہارے پار اُس نے ہیں اُتارے — مَیں جاؤں اُس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے — دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یارِ لامکانی ، وہ دلبرِ نہانی — دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مُرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثناء یہی ہے

حق سے جو حکم آئے سب اُس نے کر دکھائے — جو راز تھے بتائے نعم العطاء یہی ہے
آنکھ اس کی دُور بیں ہے دل یار سے قریں ہے — ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عینُ الضیاء یہی ہے
جو رازِ دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے — دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہُوا ہُوں — وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ — باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا — وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دلوں کے اندھے سَو سَو دلوں میں پھندے
پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے

خطبہ جمعہ

آج خداتعالیٰ کا کلام کہ "وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ" انہیں پر پورا ہوتا ہے جو اپنے دلوں کو پاک کرتے ہوئے حقیقی رنگ میں اللہ تعالیٰ کو پانا چاہتے ہیں اور وہ آنحضرت ﷺ کی غلامی میں آئے ہوئے زمانے کے امام کو قبول کرتے ہیں

پاکستان میں احمدیوں کے حالات آج کل بہت زیادہ خطرناک صورتحال اختیار کر رہے ہیں۔ اس لئے بہت دعائیں کرنی چاہئیں

ہندوستان، انڈونیشیا، کرغیزستان اور قازقستان میں بھی جماعت کی مخالفت کے حوالہ سے احباب جماعت کو دعاؤں کی خصوصی تحریک

خطبہ جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 17 اپریل 2009 بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

قرآن کریم میں خداتعالیٰ نے مختلف آیات میں بعض مضامین بیان فرما کر جن میں مختلف رنگوں میں خداتعالیٰ کی اپنے بندوں پر مہربانیوں کا ذکر ہے اس کو اپنی صفت لطیف کے ساتھ باندھا ہے۔ ان متفرق آیات اور مضامین کا میں اس وقت کچھ ذکر کروں گا لیکن اس سے پہلے لفظ لطیف کے معنوں کی وضاحت بھی کر دوں۔ جو بعض لغات میں ہیں یا قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں مفسرین نے بیان کی ہیں۔

اَقْرَبُ الْمَوَارِد جو لغت کی کتاب ہے۔ اس میں اَللَّطِیْفُ کا معنی لکھا ہے کہ لطف و مہربانی کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے اور تب اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اپنے بندوں سے حسن سلوک کرنے والا۔ اپنی مخلوق کو ان کے منافع نرمی اور مہربانی سے عطا کر کے ان سے حسن سلوک کا معاملہ کرنے والا۔ باریک در باریک اور مخفی در مخفی امور کو جاننے والا۔

علامہ قرطبی نے اس لفظ کے معنے کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف کرنے سے مراد انہیں اعمال حسنہ کی توفیق بخشنا اور گناہوں سے بچائے رکھنا ہے۔ ملاطفت یعنی حسن سلوک بھی اسی سے نکلا ہے۔

پھر جنید بغدادی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ لطیف وہ ہے کہ جس نے ہدایت کے نور سے تیرے دل کو منور کیا اور غذا کے ذریعہ تیرے بدن کی پرورش کی اور آزمائش کے وقت میں تیرے لئے اپنی ولایت رکھی ہے۔ جب تو شعلوں میں پڑتا ہے تو وہ تیری حفاظت کرتا ہے اور اپنی پناہ کی جنت میں تجھے داخل کرتا ہے۔

الکرظی کہتے ہیں کہ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ کا مطلب ہے کہ حکم دینے اور محاسبہ کرنے میں بندوں سے بہت نرمی کرنے والا۔ بعض نے کہا ہے کہ اَللَّطِیْف سے مراد وہ ہے جو اپنے بندوں کی خوبیاں تو شائع کرتا ہے لیکن ان کی کمزوریوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اور یہی مضمون آنحضرت ﷺ کے اس قول میں بیان ہوا ہے۔ کہ یَامَنْ اَظْهَرَ الْجَمِیْلَ وَ سَتَرَ الْقَبِیْحَ یعنی اے وہ خدا جو اچھی باتوں کو ظاہر

کرنے والا اور ناپسندیدہ چیزوں کی پردہ پوشی کرنے والا ہے۔

اَللَّطِیْفُ کے ایک معنے یہ کئے گئے ہیں کہ جوتھوڑی سی دی ہوئی قربانی کوقبول کرتا ہے مگر بدلہ عظیم الشان دیتا ہے۔

ایک معنی یہ کئے گئے ہیں کہ لطیف وہ ہے جواس شخص کے کام سنوارے جس کے سب کام ٹوٹ اور بکھر گئے ہوں اور جوتنگ دست کوخوشحالی عطا کرتا ہے۔

پھراس کے ایک معنے یہ ہیں کہ لطیف وہ ہے جو نافرمانی کرنے والے کی گرفت کرنے میں جلدی نہیں کرتا اور جوکوئی اس سے امید رکھتا ہے وہ اسے نامرادنہیں رکھتا۔

بعض نے لَطِیْفٌ کے یہ معنے کئے ہیں کہ وہ جو عارفوں کے اندرونوں میں اپنی ذات کے مشاہدے کے ذریعہ ایک چراغ جلا دیتا ہے اورصراط مستقیم کوان کا منہاج بنا دیتا ہے اوراپنے نیک سلوک کے موسلا دھار برستے ہوئے بادلوں سے انہیں وسیع انعام عطا کرتا ہے۔

تفسیر قرطبی نے لکھا ہے کہ خطابی کہتے ہیں کہ لَطِیْف ،بندوں سے حسن سلوک کرنے والے اس وجود کو کہتے ہیں جو ان کے ساتھ ایسے پہلوؤں سے جن کو وہ بندے جانتے ہیں لطف و احسان کا معاملہ کرتا ہے اوران کے لئے ان کی خیر خواہی کے اسباب ایسی ایسی جگہوں سے پیدا کرتا ہے جس کا وہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔

بعض علماء کے نزدیک اَللَّطِیْفُ وہ ہے جو معاملات کی باریکیوں کو بھی خوب جانتا ہے۔اس کے ایک معنی بڑے واضح ہیں کہ باریک بینی سے دیکھنے والا۔

ان ساری باتوں کا جوخلاصہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک تو اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت کے تحت ہدایت کے نور سے خود منور کرتا ہے۔ پھر نمبر 2 یہ کہ وہ اپنی صفت لطیف کے تحت ہماری جسمانی اور روحانی نشوونما اور پرورش کے سامان کرتا ہے۔

پھر یہ کہ وہ اپنی صفت کے تحت ہماری آزمائش کے وقت ہمارا دوست اورولی ہوتا ہے۔

پھر یہ کہ وہ جہنم سے بچاؤ کے طریق ہمیں سکھاتا ہے۔

نمبر 5 یہ کہ وہ تکالیف کے وقت ہماری حفاظت فرماتا ہے۔

پھر یہ کہ وہ اپنی صفت لطیف کے تحت ہماری پردہ پوشی فرماتا ہے۔

پھر وہ اپنی اس صفت کے تحت ہماری تھوڑی سی قربانیوں کا بہت بڑا اور عظیم اجر دیتا ہے۔

اور پھر اپنی صفت لطیف کی وجہ سے انسان کوسزا دینے اور پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا۔

اوراس کے ایک معنے یہ ہیں کہ اس صفت کے تحت بڑی باریک بینی اور گہرائی سے ہر معاملے پر نظر رکھنے والا ہے۔اور یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کا قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے صفت لطیف کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے۔

قرآن کریم میں سورۃ انعام کی آیت 104 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَ ھُوَیُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَ . ھُوَاللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ

کہ آنکھیں اس کونہیں پاسکتیں ہاں وہ خود آنکھوں تک پہنچتا ہے اور وہ بہت باریک بین اور ہمیشہ باخبر رہنے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''بصارتیں اور بصیرتیں اس کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتیں''۔

(شحنہ' حق ،روحانی خزائن جلد نمبر 2صفحہ 398)

تمہاری نظریں، تمہارا عقل وشعور اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔یعنی خدا تعالیٰ کی تلاش میں اگر یہ کوشش ہو کہ وہ ہمیں نظر آ جائے تو یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لطیف ہے۔ وہ ایک ایسا نور ہے جونظر نہیں آ سکتا۔ ہاں جن پر پڑتا ہے ان کوایسا روشن کر دیتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی تائیدات اور نشانات کا اظہار کرنے والے وجود بن جاتے ہیں اور یہ نور سب سے زیادہ انبیاء کوملتا ہے اورسب سے بڑھ کر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ کو یہ نور ملا۔لیکن جوآنکھوں کے اندھے تھے،جن کی بصارتیں بھی کمزور تھیں،جن کی بصیرتیں بھی کمزور تھیں انہیں یہ سب کچھ نظر نہیں آیا اور وہ آپ کے فیض سے محروم رہے ۔جو بڑے بڑے عقلمند سمجھے جاتے تھے اور سرداران قوم تھے ان کوتو خدا تعالیٰ کا نور نظر نہ آیا لیکن غریب لوگ جن کی لگن اور کوشش سچی تھی، جو چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا نور ان تک پہنچے انہیں آنحضرت ﷺ میں خدا تعالیٰ کے نور کا پرتو نظر آ گیا۔

پس خدا تعالیٰ کے نور کے نظر آنے میں کسی دنیاوی عقل، کسی دنیاوی تعلیم، کسی دنیاوی وجاہت، بادشاہت یا رتبے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ جو بڑی باریک بینی سے اپنی صفت لطیف کے تحت ہر دل پر نظر رکھے ہوئے ہے اور اس بات سے باخبر ہے کہ نور کی تلاش کرنے والوں کے دل میں اس تلاش کی جو چاہت ہے وہ سچی چاہت ہےتو وہ خود ایسے سامان پیدا فرما دیتا ہے کہ وہ نور اور روشنی جو انبیاء لاتے ہیں اسے نظر آ جاتی ہے اور اس کے لئے

روحانیت کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں۔ چاہے دنیاوی لحاظ سے وہ شخص کچھ بھی حیثیت نہ رکھنے والا ہو۔

پس اگر خواہش سچی ہو تو اللہ تعالیٰ خود اپنی صفات کے اظہار سے بندے کی ہدایت کے سامان پیدا فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اپنے نور کا اظہار اپنے انبیاء کے ذریعہ کرتا ہے جو اس کی توحید کے قیام کے لئے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا نور لے کر یہ توحید کی روشنی چاروں طرف پھیلاتے ہیں اور سب سے زیادہ یہ روشنی آنحضرت ﷺ کے ذریعہ دنیا میں پہنچی کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات کا سب سے زیادہ ادراک انسان کامل کو ہی ہوا اور آپ اس کامل ادراک کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے رنگ میں مکمل طور پر رنگین ہوئے اور خدا تعالیٰ کی صفات کے پرتَو بن گئے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ اپنے شعری کلام میں فرمایا کہ "نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اِک نور تھے"۔ اور اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کے غلام صادق کو آپ کی غلامی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس نور سے منور کیا۔ جیسا کہ آپؑ اپنے بارہ میں فرماتے ہیں کہ

> آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں
> دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
> جب سے یہ نور ملا نور پیمبرؐ سے ہمیں
> ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

پس آج خدا تعالیٰ کا کلام کہ وَ هُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَار انہیں پر پورا ہوتا ہے جو اپنے دلوں کو پاک کرتے ہوئے حقیقی رنگ میں اللہ تعالیٰ کو پانا چاہتے ہیں اور وہ آنحضرت ﷺ کی غلامی میں آئے ہوئے زمانے کے امام کو قبول کرتے ہیں اور پھر خدا تعالیٰ اپنے وجود کے ہر روز نئے رنگ میں جلوے دکھاتا ہے اور انہیں دیکھ کر پھر حقیقی توحید کی پہچان بندے کو ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی غلامی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے آپؑ کا وجود مل گیا اور جب وجود مل گیا تو آپؑ خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ایک ذریعہ بن گئے اور آنحضرت ﷺ کی غلامی کی وجہ سے آپؑ بھی سچی توحید کی پہچان کروانے والے بن گئے۔

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کی ذات تو مخفی در مخفی اور غیب در غیب اور وراء الوراء ہے۔" (بہت چھپی ہوئی۔ بہت دور ہے)۔ "اور کوئی عقل اس کو دریافت نہیں کر سکتی جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے کہ لَاتُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَیُدْرِکُ الْاَبْصَارَ۔ یعنی بصارتیں اور بصیرتیں اس کو پا نہیں سکتیں اور وہ ان کے انتہا کو جانتا ہے اور ان پر غالب ہے۔ پس اس کی توحید محض عقل کے ذریعہ سے غیر ممکن ہے۔ کیونکہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ انسان آفاقی باطل معبودوں سے کنارہ کرتا ہے یعنی بتوں یا انسانوں یا سورج چاند وغیرہ کی پرستش سے دستکش ہوتا ہے ایسا ہی اَنْفُسی باطل معبودوں سے پرہیز کرے۔ یعنی اپنی روحانی جسمانی طاقتوں پر بھروسہ کرنے سے اور ان کے ذریعہ سے عُجب کی بلا میں گرفتار ہونے سے اپنے تئیں بچاوے۔ پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ بجز ترکِ خودی اور رسول کا دامن پکڑنے کے توحید کامل حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور جو شخص اپنی کسی قوت کو شریک باری ٹھہراتا ہے وہ کیونکر موحّد کہلا سکتا ہے۔"

(حقیقة الوحی ۔روحانی خزائن جلد 22صفحہ 147-148)

پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کی روشنی حاصل کرنے اور خالص توحید قائم کرنے کے لئے ایک بندے کی کوشش کہ پہلے اپنے اندر کے جھوٹے معبودوں کو باہر نکالے۔ کسی کو یہ زعم ہو کہ میں دولت رکھتا ہوں، میں قوم کا لیڈر ہوں اور مسلمان بھی ہوں اس لئے خدا تعالیٰ کو پالیا، مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں تو یہ غلط ہے۔ اگر کسی کو یہ زعم ہے کہ میں دینی علم رکھنے والا ہوں، روحانیت میں مَیں بڑا پہنچا ہوا ہوں اور ایک قوم میرے پیچھے ہے اور اس وجہ سے مجھے خدا تعالیٰ کا فہم و ادراک حاصل ہو گیا ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ ان سب باتوں کے پیچھے ایک چھپا ہوا تکبر ہے جس کی وجہ سے کوئی بھی کام جو ہے وہ نیک نیتی سے نہیں کیا جاتا، چاہے خدا تعالیٰ کے نام پر نظام عدل قائم کرنے کی کوشش کی جائے یا دین کو پھیلانے کی کوشش کی جائے یا دین کو پھیلانے کا دعویٰ کیا جائے یا شریعت قائم کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ دلوں کے تکبر دور نہیں ہوئے۔ اپنے اندر باطل معبودوں نے قبضہ جمایا ہوا ہے اور اس وجہ سے زمانے کے امام کا بھی انکار ہے۔ اس لئے راستے میں حائل پردے خدا تعالیٰ کے نور کے پہنچنے میں روک بنے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لطیف بھی ہے اور خبیر بھی ہے۔ جہاں وہ ایسا نور ہے جو پاک دلوں میں داخل ہوتا ہے وہاں وہ باریک بینی سے دلوں کے اندرونے دیکھ کر ہر وقت باخبر بھی رہتا ہے کہ کس کے دل میں کیا ہے۔ اور جس کا دل باطل معبودوں سے بھرا ہوا ہو، جن آنکھوں میں دنیاوی ہوا و ہوس ہو وہاں خدا تعالیٰ کا نور نہیں پہنچتا۔ پس اگر حقیقی رنگ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَ هُوَیُدْرِکُ الْاَبْصَارَ یعنی وہ خود آنکھوں تک پہنچتا ہے، سے فیض پانا ہے تو

اپنے دلوں کو پاک کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق دیتا رہے۔

پھر ایک آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّداً وَقَالَ يَا أَبَتِ هَـٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقّاً وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔

(سورة يوسف ۔ آيت نمبر 101)

یعنی اور اس نے (حضرت یوسف کا ذکر ہے) اپنے والدین کو عزت کے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کی خاطر سجدہ ریز ہو گئے اور اس نے کہا اے میرے باپ! یہ تعبیر تھی میری پہلے سے دیکھی ہوئی رؤیا کی۔ میرے رب نے اسے یقیناً سچ کر دکھایا اور مجھ پہ بہت احسان کیا جب اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور تمہیں صحراء سے لے آیا، بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان رخنہ ڈال دیا تھا۔ یقیناً میرا رب جس کے لئے چاہے بہت لطف و احسان کرنے والا ہے۔ بے شک وہی دائمی علم رکھنے والا اور بہت حکمت والا ہے۔ یہ سورۂ یوسف کی آیت 101 ہے۔

اس آیت میں حضرت یوسفؑ اللہ تعالیٰ کی صفت لطیف کے تحت مہربانیوں اور احسانوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپؑ کے پاک دل کی وجہ سے بچپن سے ہی خدا تعالیٰ نے آپ کو رؤیاء صادقہ دکھائیں اور آج جب یہ تمام خاندان اکٹھا ہوا تو بچپن کی رؤیا جو آج پوری ہو رہی تھی آپ کو یاد آ گئی۔ باوجود بھائیوں کے ظلموں کے اللہ تعالیٰ آزمائش اور امتحان کے دور میں آپ کا ولی اور دوست رہا۔ ہمیشہ آپ کی حفاظت کی اور آج دنیاوی لحاظ سے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے پر بھی ان کی تھوڑی بہت جو قربانی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت لطیف کے تحت اس کا بے انتہا اجر دیا۔ اور پھر نہ صرف حضرت یوسفؑ کی قربانی کا پھل ان کو ملا بلکہ حضرت یعقوبؑ کی قربانی کا پھل بھی ان کو ملا اور آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا عرصہ زندہ رکھا اور بیٹے کا وہ دنیاوی مرتبہ بھی دکھایا۔ اور پھر یہ مضمون اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے ان معنوں کی طرف بھی پھرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر آزمائش کے وقت ولی ہوتا ہے۔ باپ بیٹے دونوں کا ولی رہا اور تکالیف سے نکالتا رہا۔ صبر اور ہمت اور حوصلے کی توفیق دیتا رہا۔ پھر اللہ کے ان دو مقرب باپ بیٹے کی وجہ سے باقی بیٹوں کی اصلاح کے سامان پیدا کر دیئے۔

اس سے یہ مضمون بھی کھلتا ہے کہ ایک دوسرے کے لئے دعاؤں سے اصلاح کے راستے کھلتے ہیں۔ جتنا قریبی تعلق ہوگا یا تعلق کا اظہار ہوگا دعا زیادہ ہوگی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے اپنی قوم کی اصلاح کے لئے بہت دعائیں کیں۔ جب بھی آپؐ کو کبھی کسی دوسرے قبیلے کے متعلق شکایت ہوتی تھی کہ مخالفت بہت کرتے ہیں، ان کے لئے بددعا کریں تو آپؐ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے اور امت کو بھی تلقین کی کہ ہدایت کے لئے دعا کیا کرو۔ پس آج امت مسلمہ کے لئے ہمیں بھی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ دعاؤں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو بھی صاف کرے اور وہ حقیقت پہچاننے کی کوشش کریں تا کہ خدا تعالیٰ کا نور ان کی بصارتوں تک بھی پہنچے۔

پھر ایک آیت سورۃ حج کی 64 ویں آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً۔ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ۔

(سورۃ الحج آیت نمبر 64)۔

کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین اس سے سرسبز ہو جاتی ہے۔ یقیناً اللہ بہت باریک بین اور ہمیشہ باخبر رہنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس صفت کے تحت ایک مضمون یہ بیان فرمایا کہ زمینی اور روحانی زندگی دونوں سے متعلق جو چیز یاد رکھنے والی ہے وہ یہ ہے کہ زندگی پانی سے ملتی ہے اور روحانی زندگی پانے کے لئے تمام قوتوں کے مالک خدا تعالیٰ کی توحید کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ آسمان سے پانی اتارنے کی یہ مثال اس لئے دی کہ جس طرح یہ بارش کا پانی آسمان سے اترتا ہے اور زمین کو سرسبز کر دیتا ہے اسی طرح روحانی پانی بھی ہے۔ جس طرح جسمانی پانی زمین پر پڑتا ہے اور اُسے سرسبز کرتا ہے اسی طرح روحانی پانی بھی جب زمین پر اترتا ہے تو لوگوں کے لئے روحانیت پیدا کرنے کا سامان پیدا کرتا ہے۔ آسمان سے بادل کا پانی جب زمین پر گرتا ہے تو چٹانوں اور پتھروں اور ریگستانوں میں تو اس طرح سرسبزی نہیں آتی۔ اسی طرح جو روحانی پانی جو ہے وہ بھی انہی کو سرسبز کرتا ہے، انہی صاف دلوں کو زرخیز کرتا ہے جن میں نیکی کی کچھ رمق ہوتی ہے۔ تو یہاں ایک بات کی اور وضاحت ہو گئی کہ پانی جو زندگی کی علامت ہے، جب یہ گرتا ہے تو جہاں زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے وہاں چرند پرند حتّٰی کہ تمام کیڑے مکوڑے (حشرات الارض) جو ہیں وہ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کی زندگی بھی اسی پر منحصر ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا چٹانوں اور ریگستانوں میں

اس طرح زندگی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے علیحدہ زندگی کا نظام رکھا ہوا ہے۔ گو وہ بھی اس پانی سے تھوڑا بہت فائدہ اٹھاتے ہیں۔لیکن وہ ہریالی اور سرسبزی پیدا نہیں ہوتی جو زرخیز زمینوں میں ہوتی ہے۔لیکن جو زندگی وہاں موجود ہے اس کے لئے بہرحال اس سے بھی فائدہ ہوتا ہے جب درخت پھوٹتا ہے تو اس میں سے نئی پوٹ نکلتی ہے تو اس پوٹ سے پھر نئے پتے پیدا ہوتے ہیں، پھول پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا ثمر آگے بنتا ہے، پھل پیدا ہوتا ہے۔اسی طرح روحانی پانی کے آنے سے جو نیک دل ہیں وہ اس طرح ثمر آور ہوتے ہیں۔ جو مخالفین ہیں وہ بھی اپنی مخالفت کی وجہ سے اس روحانی پانی سے دنیاوی فائدہ اٹھا رہے ہوتے ہیں۔ ایک طرف سے سبزی جہاں انسان کو فائدہ پہنچا رہی ہوتی ہے وہاں دوسرے جانوروں اور حشرات کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے۔اسی طرح جہاں روحانی سرسبزی زرخیز زمینوں کو فائدہ پہنچا رہی ہوتی ہے وہاں جو بعض پتھر دل لوگ ہیں ان کو بھی اس روحانی پانی آنے کی وجہ سے فائدہ پہنچ رہا ہوتا ہے لیکن وہ فائدہ دنیاوی فائدہ ہوتا ہے۔ اگر ہم جائزہ لیں تو جہاں جہاں ہماری جماعتیں پنپ رہی ہیں وہاں مخالفین بھی سرگرم ہیں۔ سیاسی فائدے بھی اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور مالی فائدے بھی اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں گویا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے ان کے لئے روٹی کے سامان بھی پیدا ہو گئے ہیں، ان کو دنیاوی فائدے پہنچنے شروع ہو گئے ہیں۔ بہرحال یہ ایک فائدہ ہے جو ہر جگہ پہنچ رہا ہوتا ہے۔اس کا اظہار بھی بعض دفعہ بعض لوگ کر دیتے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ تو جب انسانوں میں مُردنی کے آثار دیکھتا ہے تو آسمانی پانی اتارتا ہے۔جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ ”میں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر“۔

پس جب خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

کہ ہر طرف خشکی اور تری میں فساد برپا ہے تو نبیوں کے ذریعہ سے روحانی پانی بھیجتا ہے اور انتہائی تاریک زمانے میں آنحضرت ﷺ کو بھیج کر آپ ؐ کے ذریعہ سے وہ کامل دین اور شریعت اتاری جس نے ان لوگوں کی روحوں کو تازہ کیا اور سیراب کیا جنہوں نے فائدہ اٹھانا تھا۔اور پھر آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ایک ہزار سال کے تاریک زمانے کے بعد جب دنیا میں دوبارہ فساد کی حالت پیدا ہوئی تو آپ ؐ کے غلام صادق کو بھیجا تا کہ جس طرح پہلے يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا کا نظارہ دکھایا تھا اب پھر دکھائے اور ان دلوں کو تقویت پہنچائے جو اپنے دلوں میں نور حاصل کرنے کی سچی چاہت اور تڑپ رکھتے ہیں۔یہاں لطیف اور خبیر کے لفظ استعمال کر کے یہ بھی بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی باریک بین نظر جانتی ہے کہ کن لوگوں کو سچی تلاش ہے جن کے لئے روحانی پانی سے فیض اٹھانا مقدر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ سورہ شوریٰ کی آیت میں فرماتا ہے کہ:

اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۔

(سورہ الشوریٰ۔آیت نمبر 20)

کہ اللہ اپنے بندوں کے حق میں نرمی کا سلوک کرنے والا ہے اور جسے چاہتا ہے رزق عطا کرتا ہے اور وہی بہت طاقتور اور کامل غلبے والا ہے۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے بیان کیا، اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام کی آیت میں فرمایا تھا کہ خود نظروں تک پہنچتا ہے اور پھر سورہ حج کی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا تا کہ زمین سرسبز ہو۔یعنی روحانی پانی۔اس جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اور انہیں ہر طرح کے رزق دیتا ہے لیکن فائدے میں وہی ہیں جو صرف دنیاوی رزق کی بجائے خدا تعالیٰ کے روحانی رزق کی بھی تلاش کریں۔ جو روحانی رزق کی تلاش میں ہوں گے ان کو مادی رزق تو ملے گا ہی۔اس نے اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ان کو ملنا ہے۔جیسا کہ فرماتا ہے:

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(سورۃ الطلاق۔آیت نمبر 4)

اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے رزق آنے کا اس کو خیال بھی نہیں ہوگا۔تو مومن سے تو یہ وعدہ ہے۔ پس جو روحانی رزق کی تلاش میں رہیں انہیں مادی رزق تو ملتا ہی رہے گا۔لیکن اللہ تعالیٰ پردہ پوشی کرتے ہوئے، نرمی کا سلوک کرتے ہوئے، غلطیوں اور گناہوں کو معاف کرتے ہوئے اپنے نور کی پہچان کرنے کی بھی اسے توفیق دے گا جو اس کے روحانی پانی کی تلاش میں ہوگا۔

آخر میں اس آیت میں قوی اور عزیز کہہ کر اس بات کی طرف بھی توجہ دلا دی کہ اگر باوجود

اللہ تعالیٰ کے لطیف ہونے کے اُس کی طرف توجہ نہ کی تو یاد رکھو کہ وہ قوی ہے۔ طاقتور ہے اور تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ اس کی پکڑ بھی بہت سخت ہوتی ہے اور غلبہ اللہ تعالیٰ کا اور اس کے بھیجے ہوؤں کا ہی ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء سے یہ وعدہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی یہ وعدہ ہے۔ مخالفتیں کبھی بھی اس نور کو بجھا نہیں سکتیں۔ جو جماعت اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نے قائم فرمائی ہے اس کو کوئی ختم نہیں کر سکتا کہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیروں میں سے ایک تقدیر ہے اور اٹل تقدیر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ہی غالب رہیں گے۔ پس دنیا والوں کی بقا اسی میں ہے کہ اس کی صفت لطیف سے فیض پانے کے لئے کوشش کریں اور قوی اور لطیف خدا کے شیر کی جماعت کی مخالفت میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے محروم نہ کریں۔

آج کل پاکستان میں ایک تو عمومی حالات خراب ہیں اس لئے ان کے لئے بھی دعا کے لئے کہنا چاہتا ہوں کہ پورے ملک کے حالات انتہائی خراب ہیں اور دنیا کی نظر بھی اب اس طرح اس طرف پڑ رہی ہے کہ جس طرح سب سے زیادہ دہشت گردی اس وقت پاکستان میں ہی ہے۔ لیکن بہرحال جو خبریں آتی ہیں ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شدید فساد کی حالت سارے ملک میں طاری ہے اور کوئی بھی محفوظ نہیں ہے۔ نہ احمدی اور نہ غیر احمدی۔ لیکن احمدیوں کے لئے خاص طور پر اس لئے (دعا کے لئے کہنا چاہتا ہوں) کہ ایک تو عمومی ملکی حالات کی وجہ سے ایک پاکستانی ہونے کی وجہ سے احمدی متاثر ہو رہے ہیں۔ دوسرے احمدی بحیثیت احمدی بھی آج کل بہت زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ مخالفین کی آجکل احمدیوں پر بہت زیادہ نظر ہے، نیا اُبال آیا ہوا ہے اور جہاں موقع ملتا ہے اور جب موقع ملتا ہے احمدیوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے، کوئی دقیقہ بھی نہیں چھوڑا جاتا۔

گزشتہ دنوں جیسا کہ سب کو پتہ ہے، چار چھوٹی عمر کے، 14-15 سال کی عمر کے بچے ایک بھیانک قسم کے الزام میں پکڑ لئے گئے اور ابھی تک ان کی ضمانت کی کوئی کوشش بھی بار آور نہیں ہو رہی۔ اسی طرح اور بہت سارے اسیران ہیں۔ غلط قسم کے گھناؤنے الزام لگا کر، ہتک رسول کے نعوذ باللہ الزام لگا کر احمدیوں کو پکڑا جاتا ہے اور پھر اور بھی بعض خطرناک سازشیں جماعت کے خلاف ہو رہی ہیں اور اس میں بعض جگہ حکومت بھی شامل ہے۔

گزشتہ دنوں بادشاہی مسجد میں ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔ اس میں اوقاف کے وفاقی وزیر بھی شامل ہوئے۔ مولانا فضل الرحمٰن اور بعض اَور لوگ بھی تھے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف انتہائی نازیبا الفاظ استعمال کئے گئے اور جماعت کے خلاف اور بہت ساری بیہودہ گوئیاں کی گئیں۔ تو اب حکومت بھی مولویوں کے ساتھ مل کر سازشیں کر رہی ہے اور جو شدت پسند ہیں وہ تو کر ہی رہے ہیں۔ بہرحال پاکستان میں احمدیوں کے حالات آج کل بہت زیادہ خطرناک صورت حال اختیار کر رہے ہیں اس لئے بہت دعائیں کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کی جان اور مال کو محفوظ رکھے اور ہر شر اور فتنہ سے ہر ایک کو بچائے۔ پاکستان کے احمدی پہلے بھی اپنے حالات دیکھ کر دعاؤں کی طرف توجہ کرتے ہیں لیکن اب پہلے سے بڑھ کر دعاؤں کی طرف توجہ کریں اور دنیا کے احمدی بھی اپنے پاکستانی بھائیوں کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہر لحاظ سے اپنی حفاظت میں رکھے۔

اسی طرح ہندوستان میں بھی بعض جگہوں پر جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اُبال اٹھتا رہتا ہے۔ پہلے بھی میں ذکر کر چکا ہوں۔ انڈونیشیا میں بھی اسی طرح کی صورت حال کبھی نہ کبھی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ ان دونوں ملکوں میں آج کل ملکی انتخابات بھی ہو رہے ہیں تو یہ دعا بھی کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان ملکوں میں انصاف کرنے والی اور اپنے شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرنے والی حکومتیں لے کر آئے۔ اسی طرح کرغیزستان اور قازقستان وغیرہ میں بھی جو پہلے رشین سٹیٹس تھیں وہاں کے بعض حکومتی ادارے سرکاری مولویوں کی انگیخت پر احمدیوں کو تنگ کر رہے ہیں۔ باقاعدہ ایک مہم چلائی جا رہی ہے۔ ان کے لئے بھی بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام دنیا میں ہر جگہ ہر احمدی کو اپنے فضل سے نوازتا رہے اور اس کی صفت لطیف کا ہر فیض انہیں پہنچتا رہے یا پہنچاتا رہے اور احمدی بھی خاص طور پر دعاؤں کی طرف بہت زیادہ توجہ دیں۔ اللہ کرے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو محفوظ رکھے۔

آخری حصہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کے

ایمان افروز واقعات

(لنگر خانہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ابتدائی شکل اور دیگر تاریخی واقعات)

حبیب الرحمان زیروی

مہمانوں کی موسمی میوہ جات سے تواضع

حضرت ملک غلام حسین صاحب روہتاسیؓ روایت فرماتے ہیں:

''خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم جب ابتداء میں حضرتؑ کے حضور آئے تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ تم روزانہ دوسیر دودھ تازہ دھوا کر لایا کرو اور خواجہ صاحب کو دے دیا کرو۔ مصری اندر سے لے کر ان کے پاس رکھ دیا کرو۔ خواجہ صاحب قریباً چھ ماہ تک یہاں ٹھہرے۔ مگر اس معمول مہمان نوازی میں ایک ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا۔

(الحکم 21/فروری 1934ء صفحہ 3)

''حضور روزانہ سیر کو جاتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب کو میں اطلاع دیا کرتا تھا اور جو کوئی مہمان ہوتا اسے بھی بتلا دیتا جب آپ باغ کی طرف تشریف لے جاتے اور شہتوتوں کا موسم ہوتا تو ٹوکرے بھروا کر شہتوت رکھ لیتے اور مہمانوں کو شہتوت کھلواتے اور فرماتے یہ ہمارے ملک کا میوہ ہے اور پھر ہمارے اپنے باغ کا ہے۔ مہمانوں کے ساتھ آپ بھی کھاتے جاتے۔ مگر اکثر دینی باتیں کرتے جاتے تھے۔''

''اس وقت سواری کا اچھا انتظام نہ تھا۔ بہت سے احباب پیدل سفر کر کے بٹالے سے سوار ہوتے۔ راستے میں بھوک لگتی۔ اس لئے آپ کا انتظام یہ تھا کہ آپ ان کو سفر کے لئے کھانا ساتھ کروا دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ ہر مہمان کے پاس کھانا لے جانے کے لئے رومال نہیں ہوتا۔ تم جا کر ایک کوراتھان لے آؤ۔ میں جا کر خرید لایا۔ حضور نے اس کے بائیس چورس رومال بنوائے۔ جب کوئی مہمان جانے لگتا۔ حضور مجھے رومال دیتے۔ میں اس میں روٹی باندھ کر دے دیا کرتا اور جب وہ تھان ختم ہوجاتا۔ تو پھر جدید تھان خرید لیا جاتا تھا۔''

(الحکم 21/جنوری 1936ء صفحہ 5)

سب مہمانوں سے یکساں سلوک ہوتا

حضرت مولوی فضل الٰہی صاحب روایت فرماتے ہیں:

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، مرزا ایوب بیگ صاحبؓ اور حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے ساتھ کبھی کبھی میں بھی قادیان آ جاتا تھا۔ صبح کے وقت جب آنے کا اتفاق ہوتا اور حضور کو مفتی صاحب کی آمد کی اطلاع ملتی۔ تو آپ اندر ہی بلا لیتے۔ جب میں ساتھ ہوتا تو میں بھی ساتھ ہی اندر چلا جاتا۔ حضور چائے وغیرہ یا کبھی دودھ سے تواضع فرماتے اور مفتی صاحب سے انگریزی اخبارات کے متعلق خبریں پوچھتے۔ غرض مفتی صاحب کے ساتھ حضور کا نہایت ہی شفقت کا برتاؤ تھا اور مہمان نوازی کا سلوک تو سب مہمانوں کے ساتھ یکساں تھا۔

ایک دن صبح کو سیر کے لئے حضور باغ میں تشریف لے گئے آپ کے ساتھ بہت سے مہمان بھی تھے۔ شہتوتوں کا موسم تھا۔ آپ اپنے مہمانوں سمیت وہاں بے تکلفی سے چٹائیوں پر بیٹھ گئے۔ فرمایا کہ ہم آج آپ لوگوں کو اپنے باغ کے شہتوت کھلانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ شہتوت منگوائے گئے اور سب دوستوں سمیت حضور کھاتے رہے اور ساتھ ساتھ چند نصائح بھی فرماتے جاتے تھے۔ یہ بھی فرمایا کہ مجھے بڑی خوشی ہے کہ میرے دوست مجھے ملنے آئے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ غالباً یہ حضور کی زندگی کے آخری

جلسے کا واقعہ ہے کہ حضور ریتی چھلے کی طرف سیر کے لئے نکلے۔ حضور کے ساتھ بہت بڑا ہجوم تھا اور لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ کئی دفعہ آپ کے ہاتھ سے سوٹی گر گئی۔ اس حالت کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ شاید لوگ مصافحہ کے خواہشمند ہیں۔ کیونکہ یہ گرے پڑتے ہیں۔ تب مصافحوں کا انتظام کیا گیا۔ حضور بڑ کے درخت کی جڑوں کے پاس کھڑے ہوگئے اور دوستوں نے مصافحہ کرنا شروع کردیا۔

پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی رضی اللہ عنہ اخبار بدر میں کام کیا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں پیر صاحب نے حقہ کا ذکر کیا۔ حضور نے فرمایا کہ:۔

یہ اچھی چیز نہیں۔ یہ نیکیوں سے ہٹا دیتی ہے۔ پیر صاحب نے اخبار میں بھی یہ باتیں لکھدیں۔ حضور نے دوسرے یا تیسرے دن فرمایا کہ پیر صاحب مومن کی یہ شان ہے کہ وہ کسی چیز کے لئے مضطرب نہ ہو۔ خواہ حقہ ہو یا پان یا چائے وغیرہ صرف ایک چیز کے لئے مومن کو مضطرب رہنا چاہئے اور وہ رضا الٰہی ہے۔

کسی مہمان کو پرہیزی کھانے کی ضرورت ہو تو پہلے اطلاع دے دیا کرے۔ میں نے بارہا حضور کے سامنے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ آپ کی عادت تھی کہ جو شخص آپ کے ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ آپ اپنی چیزیں اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیتے اور مہمانوں کو کہا کرتے تھے۔ اگر کسی کو پرہیزی کھانے کی ضرورت ہو تو وہ پہلے اطلاع دے دیا کرے۔ حضور آہستہ آہستہ کھانا کھاتے اور یہ اس لئے کہ تا مہمان جلد کھانا ختم نہ کردیں۔ آپ کی غذا ایک چپاتی کا کچھ حصہ تھا۔

(الحکم 28/اگست، ستمبر 1935ء صفحہ4)

سفیر ٹرکی حسین کامی کی مہمان نوازی

آپ حد درجہ کے مہمان نواز تھے۔ مہمانوں کے کھانے پینے اور آرام کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے۔ جب آپ خود مہمانوں کے ساتھ کھانے پر بیٹھتے تو اپنے سامنے سے چیزیں اٹھا اٹھا کر مہمانوں کے سامنے رکھتے۔ حکومت ٹرکی کا سفیر متعینہ بمبئی حسین کامی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے امرت سر بھیجا تا کہ وہاں سے اس کے لئے برف اور لیموں لاؤں یہ چیزیں اس وقت قادیان تو ایک طرف بٹالہ سے بھی میسر نہیں آتی تھیں۔

(الحکم 21/فروری 1935ء صفحہ 5,4)

مہمانوں کے ساتھ شفیق باپ کی طرح سلوک

حضرت مولوی فضل محمد صاحبؓ مہاجر روایت فرماتے ہیں کہ:

''حضور کا اپنے مہمانوں سے بالکل ایسا تعلق تھا جو ایک شفیق باپ کا اپنی عزیز اولاد سے ہوتا ہے بلکہ اگر پورے طور پر دیکھا جائے تو ایک شفیق سے شفیق باپ بھی اپنی اولاد سے ایسا نہیں کرسکتا۔ حضور ابتداء میں کبھی اپنے مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے اور اس میں بھی حضور کا طریق یہ ہوتا کہ مہمان کی دلداری اور خاطر ملحوظ رکھتے اور کبھی کبھی حضور پاس موجود رہتے اور مہمان اکیلے کھانا کھالیتے۔

ایک دفعہ مسجد مبارک میں کچھ دوست کھانا کھانے بیٹھے۔ حضور اندر سے تشریف لائے اور حضور بھی مہمانوں کے پاس بیٹھ گئے۔ میں نے حضور کو کھانا کھاتے دیکھا حضور چھوٹا سا ٹکڑا لیتے تھے اور اس سے ذرا سا سالن لگاتے تھے اور اسے کھاتے تھے۔ اپنے سامنے سے بوٹیاں اٹھا اٹھا کر دوسروں کے برتنوں میں رکھتے جاتے تھے۔ مجھے اس وقت خیال گزرا کہ کون باپ ہوگا جو ایسی شفقت اپنے بچوں سے کرتا ہوگا۔

(الحکم 21/جنوری 1935ء صفحہ 3،4)

حضور کی عادت تھی کہ حضور روزانہ سیر کو تشریف لے جاتے اور سیر کے لئے کبھی کسی طرف اور کبھی کسی طرف تشریف لے جاتے تھے۔ خدام کی ایک جماعت ہمرکاب ہوتی تھی۔

ایک دفعہ جبکہ شہتوت اور بیدانہ کا موسم تھا۔ حضور باغ میں تشریف لے گئے۔ خدام بھی ہمراہ تھے۔ جب حضور بیدانہ کے درختوں کے نیچے پہنچے تو حضور کو ایک شخص نے جو غالباً باغ کا مالی ہوگا بڑھ کر سلام کیا اور ایک کپڑا بچھا دیا۔ حضور نہایت سادگی سے اپنی جماعت کو لے کر بیٹھ گئے۔ حضور حسب معمول باتیں کرتے رہے تھوڑی دیر میں باغ کے خادم دو ٹوکریوں میں بیدانہ ڈال کر لے آئے۔ بیدانہ بہت عمدہ اور سفید تھا۔ حضور نے اپنے خدام کو بیدانہ کھانے کا حکم دیا۔ جو سب کھانے لگے۔ میں حضور کے قریب ہی تھا میں نے ادب کی وجہ سے اپنا ہاتھ نہ بڑھایا۔ حضور نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ میاں تم کیوں نہیں کھاتے؟ میں، ندامت سے اور تو کچھ نہ کہہ سکا جلدی سے میرے منہ سے نکل گیا کہ حضور یہ گرم ہیں میرے موافق نہیں۔ حضور نے فرمایا: نہیں نہیں میاں یہ تو قبض کشا ہوتے ہیں۔ حضور کے اس فرمانے سے مجھے جرأت ہوئی اور میں بھی حضور کے ساتھ کھانے لگا۔ میں حضور کی اس شفقت کو دیکھ کر حیران ہوگیا۔

(الحکم 21/جنوری 1935 صفحہ 3،4)

شربت سے تواضع

سیٹھی غلام نبی صاحب مرحوم نے ایک دفعہ سنایا کہ جب میں پہلی مرتبہ قادیان میں آیا۔ حضرت اقدس گول کمرے میں تشریف رکھتے تھے۔ مجھے دیکھ کر حضور چارپائی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے ہر چند عرض کیا کہ حضور میں خادم ہوں آپ تشریف رکھیں۔ آپ نے فرمایا نہیں آپ ہمارے بھائی ہیں اور مہمان ہیں آپ چارپائی پر بیٹھ جائیں اور مجھے جبراً چارپائی پر بٹھا دیا اور آپ اس طرح کھڑے ہوگئے جس طرح کوئی خادم اپنے آقا کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوجاتا ہے۔ آپ اندر سے ایک گلاس

پانی کا لائے۔ کمرے میں ایک صندوق پڑا تھا۔ اسے کھول کر حضرت اقدس نے اس میں سے مصری نکالی اور قلم کی ڈنڈی کے ساتھ اسے گلاس میں ڈال کر حل کیا اور وہ شربت کا گلاس کھڑے ہو کر مجھے اس طرح پیش کیا جس طرح نوکر اپنے آقا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور میں دل میں کہتا تھا کہ الٰہی یہ میرا آقا ہے اور میں اس کا خادم ہوں لیکن یہ میری خدمت کے لئے اس طرح کمربستہ ہے کہ گویا میں ان کا آقا اور وہ میرے خادم ہیں۔

مہمان کے لئے رات کو دودھ لے کر آنا

دوسرا واقعہ سیٹھی صاحب مرحوم نے یہ سنایا کہ پھر کسی دوسرے موقع پر جب میں قادیان آیا۔ تو میرے ساتھ میرے بیوی بچے بھی تھے۔ مجھے مفتی فضل الرحمان صاحب کے مکان میں ٹھہرایا گیا۔ اس وقت کے لحاظ سے یہ مکان بھی آبادی سے باہر سمجھا جاتا تھا۔ جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا۔ تو دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔ میں ڈر گیا کہ شاید کوئی چور اُچکا آ گیا ہے میں ڈرتے ڈرتے دروازے پر آیا اور دیکھا کہ حضرت ایک ہاتھ میں لالٹین اور دوسرے ہاتھ میں ایک لوٹا اور ایک گلاس لے کر کھڑے ہیں اور فرمایا کہ میں نے خیال کیا کہ ہمارے ایک بھائی سفر سے آئے ہیں۔ ان کو جا کر دودھ پلا آؤں۔ چنانچہ حضور دودھ کا گلاس اور لوٹا دے کر واپس تشریف لے گئے۔

(الحکم 21/فروری 1934ء صفحہ 3)

خود کھانا اٹھا کر لے کر آنا

حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی کی روایت ہے کہ جب میں پہلی مرتبہ قادیان آیا اور یہ بشیر اول یا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی پیدائش کے چند دن بعد کا زمانہ تھا۔ حضور میرے لئے خود اپنے ہاتھ سے کھانا اٹھا کر مسجد میں لائے۔ مجھے یاد ہے کہ ساگ میں بٹیر پکے ہوئے تھے۔ حضور نے بٹیر کی بوٹیاں اٹھا اٹھا کر میرے سامنے رکھیں اور فرمایا کہ یہ آپ کھائیے۔

(الحکم 21/فروری 1934ء صفحہ 3)

مہمان کو اپنے مکان کے اندر ٹھہرانا

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں ایک دفعہ اپنی اہلیہ سمیت قادیان آیا۔ حضرت اقدس نے اپنے مکان کے اندر ہی ایک کوٹھڑی میں مجھے جگہ بخشی۔ اس کوٹھڑی اور حضرت اقدس کے کمرے کا صحن مشترکہ تھا۔ وہ کوٹھڑی اتنی چھوٹی تھی کہ اس میں ایک چارپائی آتی تھی اور میں نے چارپائی کے پائے اونچے کر کے دوسری چارپائی اس کے نیچے بچھا رکھی تھی۔ انہی ایام میں میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ میری بیوی کو یہ مرض تھا کہ اس کو دودھ نہیں اترتا تھا۔ بچی کو دودھ پلانے کے لئے ایک بکری خرید کی گئی اور وہ بچی اس بکری کا تھن منہ میں ڈال کر دودھ چوستی تھی اس بکری کے لئے ہر روز بیری کی شاخیں گھر میں آتیں اور وہ پھر وہیں پڑی رہتیں اور وہ جھاڑ اتنا ہو گیا کہ تمام صحن اس سے بھر گیا اور حضرت اقدس کے ٹہلنے کے لئے بھی جگہ نہ رہی۔ میں تقریباً دس گیارہ ماہ تک وہاں رہا۔ بکری اور اس کے بچے کی دن رات ممیاہٹ، ان کا پیشاب اور ان کی مینگنیاں اور جھاڑ کا انبار یہ سب کچھ حضرت اقدس کے قریب تھا لیکن اتنے لمبے عرصہ میں حضرت اقدس نے کبھی کسی ملال کا اظہار نہیں فرمایا۔ بلکہ ان ہی ایام میں حضرت اقدس نے میرے مکان کی تعمیر کے لئے شیخ عرفانی صاحب کی معرفت الحکم میں چندہ کی تحریک کی اور مکان تعمیر ہو گیا۔ ایک روز حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ پیر صاحب چونکہ آپ بہت تنگ کوٹھڑی میں رہتے ہیں۔ اس لئے آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی۔ اب چونکہ آپ کا مکان بن چکا ہے آپ اس میں تشریف لے جائیں۔ چنانچہ میں چلا گیا اور تین روز تک میرے نقل مکان کے متعلق حضرت اقدس کو علم نہ ہوا۔ آخر حضرت نے ام المومنین سے پوچھا کہ صاحبزادہ صاحب کہاں چلے گئے ہیں۔ نہ ان کی آواز آتی ہے۔ نہ ان کی بکری اور اس کے بچے کی۔ تو حضرت ام المومنین نے عرض کیا کہ حضور وہ تو اپنے نئے مکان میں چلے گئے۔ آپ نے فرمایا فوراً ان کو بلواؤ۔ بلانے پر میں حاضر ہوا۔ فرمایا: صاحبزادہ صاحب اگر مکان تنگ ہو اور رہنے والے زیادہ ہوں تو وہ مکان بڑا بابرکت ہوتا ہے۔ ابھی ابھی آپ کی بیوی کے ہاں ولادت ہوئی ہے۔ نیا مکان آپ کے لئے اچھا نہیں۔ آپ فوراً ہمارے پاس ہی آ جائیں۔ میں پھر اسی کوٹھڑی میں حضرت کے جوار میں آ گیا۔

مہمان کا سامان خود اٹھانا

ایک دفعہ جب قادیان سے وطن کو واپس ہونے لگا۔ تو حضرت اقدس نے میری جو گٹھڑی تھی فوراً اپنے قبضہ میں کر لی۔ میں نے ہر چند حضرت سے لینی چاہی۔ لیکن حضور نے نہ دی اور حضورؑ خود اٹھا کر میرے ساتھ ساتھ گئے اور یکے پر سوار کر کے وہ گٹھڑی اندر رکھوا دی۔

(الحکم 21/فروری 1934ء صفحہ 3)

مخالفین کے لئے بھی کھانے کا انتظام

''مغرب کے کھانے کے وقت کچھ دوست بیت الفکر میں بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ مسجد میں حضرت اقدس مسجد کے اندر کھڑکی کے پاس تشریف فرما تھے۔ اس روز کھانا کھلانے کا انتظام حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کے سپرد تھا اور اندر کے کمرے یعنی بیت الفکر میں ایک غیر احمدی مولوی صاحب بھی کھانا کھا رہے تھے لیکن عین کھانا کھانے کی حالت میں وہ حضرت صاحب کو گالیاں بھی دے رہے تھے۔ حکیم صاحب مرحوم نے کہا مولوی صاحب پہلے کھانا ختم کر لیں۔ پھر گالیاں دے لینا۔ حضرت اقدس نے بھی حکیم صاحب کی یہ بات سن لی اور

فوراً بلایا اور فرمایا کہ حکیم صاحب! آپ نے اس مہمان کو کیا کہا ہے؟ پاس ہی مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ انہوں نے کوئی بری بات نہیں کہی۔ تو حضور نے فرمایا کہ میں نے کب کہا ہے کہ انہوں نے کوئی بری بات کہی ہے۔ میں صرف ان کے منہ سے سننا چاہتا ہوں کہ انہوں نے کیا کہا ہے تو حکیم صاحب نے وہ الفاظ دہرائے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ دوستوں کو مہمانوں کے ساتھ ایسا نہ کرنا چاہئے۔''

(الحکم 21/فروری 1934ء صفحہ 4)

مہمانوں کو رات کے وقت جگا کر کھانا کھلانا

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ جلسہ سالانہ 1907 کے موقعہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

28/دسمبر 1907ء کا واقعہ ہے کہ صبح کے آٹھ بجے کھانا کھانے کے بعد یہ عاجز جلسہ میں تقریروں کے سننے میں لگ گیا۔ اسی روز مسیح پاک کی تقریر بھی سنی اور خوب سیری حاصل ہوئی۔ نماز مغرب وعشاء (جمع کردہ) ادا کی اور مسجد مبارک میں حسب الارشاد مجلس معتمدین صدر انجمن کے جنرل اجلاس میں شامل ہونے کی غرض سے بیٹھ گیا کہ اجلاس کے بعد کھانا کھالوں گا۔ اعلان کے مطابق اس میں جماعتوں کے صدر صاحبان اور سیکرٹریوں کی شمولیت ضروری تھی۔ میں اس وقت کمزور تھا۔ بھوکا تھا کہ صبح آٹھ بجے کا کھانا کھایا ہوا تھا۔ دن میں اور کچھ کھانے کو میسر نہ آیا تھا۔ بیس سالہ جوان تھا۔ شاید ایک آدھ کے سوا باقی تمام احباب سنتوں وغیرہ سے فارغ ہو کر مسجد سے چلے گئے تھے۔ اس حال کے پیش نظر نفس تقاضا کرتا تھا کہ اٹھ کر چلا جا کہ غالباً اراکین صدر انجمن احمدیہ کھانا کھانے کے لئے چلے گئے ہیں اور سب لنگر میں کھانا کھا رہے ہیں تو بھی جا کر کھانا کھا کر چلا آ۔ لیکن غریب دل ڈرا کہ مبادا غیر حاضر ہو جاؤں۔ بیٹھا رہا، پورے دو گھنٹے انتظار میں گزر گئے۔ بھوک نے بہت ستایا۔ قریباً پونے نو بجے معزز اراکین صدر انجمن اور چند احباب جماعت ہائے بیرون تشریف لے آئے۔ اجلاس شروع ہو کر پونے بارہ بجے رات ختم ہوا۔ خواہش خوراک از خود ختم ہو گئی کہ بھڑک کی طاقت ہی باقی نہ رہی تھی۔ مسجد سے نیچے اترا اور طَوْعًا وَّ کَرْهًا لنگر کا رخ کیا جسے بند پایا۔ ناچار اپنی جائے قیام پر جو بیت المال کے کمروں میں تھی واپس آ کر سونے کو تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی کہ جس مہمان بھائی نے کھانا نہیں کھایا وہ لنگر خانہ میں جا کر کھانا کھا لے۔ چنانچہ بندہ گیا اور جو کچھ ملا شکر کر کے کھا کر چلا آیا۔

اگلی صبح کے نو دس بجے میں دیکھتا ہوں کہ پیارا مسیح پاک چھوٹی مسجد کے دروازہ میں گلی رخ کھڑا ہوا ہے اور کئی ایک عشاق سامنے کھڑے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کو بلائیں۔ چنانچہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سامنے حاضر ہوئے تو فرماتے ہیں معلوم ہوتا ہے آج رات کے کھانے کا انتظام اچھا نہ تھا کہ بعض مہمان بھوکے رہ گئے۔ کسی کی بھوک عرش تک پہنچی اور مجھے بشدت الہام کیا گیا۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔

یہ الہام رات کے دس بجے کے قریب ہوا تھا۔ جس پر حضور والا نے باہر منتظمین کو کہلا بھیجا تھا کہ جن مہمانوں کو کھانا نہیں ملا ان کو کھانا کھلایا جائے۔ اسی واسطے منتظمین میں سے کسی نے میرے دروازہ پر دستک دی تھی۔

(اصحاب احمد جلد 8 صفحہ 91، 92)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطور مہمان

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت منشی روڑے خان صاحب کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''محبت کا یہ نقشہ بھی مجھے کبھی نہیں بھولتا۔ جو گو انہوں نے مجھے خود ہی سنایا تھا۔ مگر میری آنکھوں کے سامنے وہ یوں پھرتا رہتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ اس واقعہ کے وقت میں بھی وہیں موجود تھا۔ انہوں نے سنایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دفعہ ہم نے عرض کیا کہ حضور بھی کپورتھلہ تشریف لائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وعدہ فرما لیا کہ جب فرصت ملی تو آجاؤں گا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک دن کپورتھلہ میں میں ایک دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شدید ترین دشمن اڈے کی طرف سے آیا اور مجھے کہنے لگا۔

تمہارا مرزا کپورتھلے آ گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب فرصت ملی تو وہ اطلاع دینے کا وقت نہ تھا۔ اس لئے آپ بغیر اطلاع دیئے ہی چل پڑے۔ منشی روڑے خان صاحب نے یہ خبر سنی تو وہ خوشی میں ننگے سر اور ننگے پاؤں اڈے کی طرف بھاگے۔ مگر چونکہ خبر دینے والا شدید ترین مخالف تھا اور ہمیشہ احمدیوں سے تمسخر کرتا رہتا تھا۔ ان کا بیان تھا کہ تھوڑی دور جا کر مجھے خیال آیا کہ یہ بڑا خبیث دشمن ہے۔ اس نے ضرور مجھ سے ہنسی کی ہوگی۔ چنانچہ مجھ پر جنون سا طاری ہو گیا اور یہ خیال کر کے کہ نہ معلوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے بھی ہیں یا نہیں۔ میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ بڑا خبیث اور بدمعاش ہے۔ تو کبھی میرا پیچھا نہیں چھوڑتا اور ہمیشہ ہنسی کرتا رہتا ہے۔ بھلا ہماری قسمت کہاں کہ حضرت صاحب کپورتھلہ تشریف لائیں۔ وہ کہنے لگا آپ ناراض نہ ہوں اور جا کر دیکھ لیں۔ مرزا صاحب واقعہ میں آئے ہوئے ہیں۔ اس نے یہ کہا تو میں پھر دوڑ پڑا۔ مگر پھر خیال آیا کہ اس نے ضرور مجھ سے دھوکا کیا ہے۔ چنانچہ پھر میں اسے کوسنے لگا کہ تو بڑا جھوٹا ہے۔ ہمیشہ مجھ سے مذاق کرتا رہتا ہے۔ ہماری ایسی قسمت کہاں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ مگر اس نے پھر کہا کہ منشی صاحب وقت ضائع نہ کریں۔ مرزا صاحب واقعہ میں آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ پھر اس خیال سے کہ شاید آ ہی گئے ہوں۔ میں دوڑ پڑا۔ مگر پھر یہ خیال آ جاتا کہ کہیں

اس نے دھوکا ہی نہ دیا ہو۔ چنانچہ پھر اسے ڈانٹا۔ آخر وہ کہنے لگا مجھے برا بھلا نہ کہو اور جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ واقعہ میں مرزا صاحب آئے ہوئے ہیں۔ غرض میں کبھی دوڑتا اور کبھی یہ خیال کر کے کہ مجھ سے مذاق ہی نہ کیا گیا ہو ٹھہر جاتا۔ میری یہی حالت تھی کہ میں نے سامنے کی طرف جو دیکھا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لا رہے تھے۔ اب یہ والہانہ محبت اور عشق کا رنگ کتنے لوگوں کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔ یقیناً بہت ہی کم لوگوں کے دلوں میں۔

(الفضل قادیان 28ظہور 1320 ھش، ہجری شمسی، صفحہ 6)

آپؑ کی سادگی

حافظ محمد ابراہیم صاحب مہاجر قادیان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت اقدس گورداسپور تھے۔ مہمان کھانا کھا چکے اور حضور کے لئے کھانا رکھنا یاد نہ رہا۔ حافظ حامد علی صاحب مرحوم نے عرض کیا۔ حضور! کھانا ختم ہو گیا ہے۔ کیا حضور کے لئے اور تیار کریں؟ فرمایا۔ کھانا تیار کرنے کی ضرورت نہیں ڈبل روٹی اور دودھ لے آؤ۔ دودھ نہ ملا فرمایا: کچھ حرج نہیں پانی میں بھگو کر کھا لیں گے۔

مہمانوں کی ہر جائز ضرورت پوری کرنے کا خیال

حضرت میر قاسم علی صاحبؓ ایڈیٹر فاروق کا بیان ہے کہ:

1903ء میں جب حضرت اقدس دہلی تشریف لے گئے حضور نے مجھے فرمایا کہ میر صاحب آپ نے کھانے کا کیا انتظام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا حضور یہاں کھانے کا انتظام فوراً ہو جاتا ہے۔ حضور نے ایک مٹھی روپوں کی نکال کر دے دی۔ میں نے مہمانوں کے لئے الگ کھانا تیار کرایا اور حضرت اقدس کے لئے الگ آپ نے اس میں سے صرف آدھی روٹی کھائی اور باقی کھانا واپس کر دیا۔ جب نماز کے لئے حضور مکان سے نیچے تشریف لائے تو فرمایا: میر صاحب کیا مہمانوں کے لئے بھی وہی کھانا پکایا تھا۔ جو مجھے بھیجا تھا؟ میں نے فخریہ کہا نہیں حضور! میں نے حضور کے لئے الگ کھانا پکایا تھا۔ آپ نے فرمایا:

۱۔ میر صاحب! مجھے روٹی سب مہمانوں کے کھلانے کے بعد بھیجا کریں۔

۲۔ جو سالن پکے اس کا بقیہ مجھے بھیجا کریں۔

۳۔ میرے لئے خاص کھانا نہ پکوائیں۔

۴۔ مہمانوں کی ہر ضرورت کو پورا کرنا آپ کا فرض ہے۔

کھانے کے وقت حسب ارشاد بچا ہوا سالن یعنی تلچھٹ حضور کی خدمت میں بھیجا گیا۔ آپ نے فرمایا: کیا آم کا اچار ہو گا؟ میں نے گھر میں تیل میں آم کا اچار ڈلوا رکھا تھا۔ وہ پیش کیا۔ حضور نے آم کے اچار کے ساتھ اور تھوڑے سے سالن سے لقمہ لگا کر صرف آدھی روٹی کھائی۔ حضور دہلی میں تیرہ روز رہے ہر روز کھانے کے وقت حضور کو میں دو روٹیاں، تھوڑا سا بچا ہوا سالن اور آم کا اچار پیش کرتا۔ حضور اچار کی پھانک کو روٹی پر رکھ لیتے اور اس کے ساتھ لقمہ لگا کر اور کچھ تھوڑا سا سالن لگا کر صرف آدھی روٹی کھاتے۔ بقیہ آدھی روٹی جس میں آم کا اچار لگا ہوا ہوتا وہ واپس کر دیتے۔ وہ میں اور بیوی کھا لیتے دوسری روٹی مہمانوں کو تقسیم کر دیتا۔

(اخبار الحکم 14/فروری 1934ء صفحہ 3)

میزبان کی دلداری

مولوی غلام حسین صاحب ڈنگوی کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت اقدس لاہور میں تشریف لے گئے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم مالک انگلش ویئر ہاؤس نے حضرت اقدس کی دعوت کی۔ شیخ صاحب کے ساتھ چونکہ بڑے تعلقات تھے۔ انہوں نے کھانا تیار کرانے کا انتظام میرے سپرد کیا۔ حضرت کی دعوت کے شوق میں اعلیٰ قسم کے چاول، گوشت، گھی اور دیگر ضروری اشیاء مہیا کی گئیں۔ باورچی کے لئے میں نے خلیفہ رجب الدین صاحب مرحوم کو کہلا بھیجا کہ وہ کسی اچھے باورچی کو بھجوا دیں۔ انہوں نے اپنے مذاق کے مطابق ایک کشمیری باورچی کو بھجوا دیا۔ اس نے پلاؤ اس انداز سے پکایا کہ چاول بیٹھ گئے۔ جب کھانا چنا گیا۔ تو چاولوں کو دیکھ کر شیخ صاحب کو بہت رنج ہوا اور اسی شدت رنج اور افسوس میں کھڑے ہو کر حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میں نے (میری طرف اشارہ کر کے) فلاں اپنے بھائی پر اعتماد کیا اور میں اس کو بہت ہوشیار سمجھتا تھا لیکن میں بہت نادم ہوں کہ ان کے تساہل سے چاول بیٹھ گئے۔ تو حضرت اقدس نے ہنس کر فرمایا:

شیخ صاحب! اس میں افسوس کی کونسی بات ہے۔ چاول بھی موجود ہیں، گوشت بھی موجود ہے، گھی بھی موجود ہے، مصالحہ جات بھی موجود ہیں۔ اس میں سے گیا تو کچھ بھی نہیں۔ میں تو چاول زیادہ گلے ہوئے پسند کرتا ہوں۔

(الحکم 14/فروری 1934ء صفحہ 3)

بچے ہوئے ٹکڑوں پر گزارا کرنا

حضرت شیخ عرفانی صاحب مورخ سلسلہ کی ایک روایت ہے۔ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت اقدس امرت سر میں تھے۔ سب مہمانوں کو کھانا کھلا دیا گیا۔ حضرت اقدس کے لئے کھانا رکھنا یاد نہ رہا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو حضور نے کھانے کے متعلق دریافت فرمایا۔ دیکھا تو کھانا کچھ باقی نہ تھا۔ فرمایا وہ دستر خوان لے آؤ جس پر مہمانوں نے کھانا کھایا ہے۔ وہ لایا گیا۔ اس میں جو بچے ہوئے ٹکڑے تھے ان میں سے چند ٹکڑے کھا لئے۔ حضرت اقدس نے اپنے ایک عربی قصیدہ میں یہ شعر لکھا ہے کہ

لفاظات الموائد کان اُکلی
فصرت الیوم مطعام الاھالی

معنی:۔ ایک وقت تھا کہ دستر خوان کے ٹکڑے میں کھاتا تھا۔ اب یہ حالت ہے کہ کئی قبیلے مجھ سے پرورش پا رہے ہیں۔ یہ شعر ایسے ہی واقعات کے متعلق ہے۔

سانحہ ءملتان پر صدائے احتجاج

لطف الرحمٰن محمود

نوٹ: 14مارچ 2009کو پاکستان کے ایک اہم شہر ملتان میں ، دو قابل احمدی ڈاکٹروں کو دن دہاڑے بے رحمی سے شہید کردیا گیا۔ یہ میاں بیوی اپنے اپنے میدان میں' محنت و انہماک سے' خلقِ خُدا کی بے لوث خدمت کررہے تھے۔ اس ظلم اور بربریت کی تفصیل جاننے کے بعد، مکرم لطف الرحمٰن محمود صاحب نے پاکستان کے وزیرِ اعظم جناب یوسف رضا گیلانی، اور چیف جسٹس جناب افتخار محمد چودھری کی خدمت میں خطوط تحریر کئے جو افادۂ عام کیلئے پیش خدمت ہیں - (ادارہ)

7اپریل 2009

عزت مآب جناب جسٹس افتخار محمد چوہدری صاحب'
چیف جسٹس آف پاکستان
اسلام آباد' پاکستان

سلام مسنون!

سب سے پہلے میں آپ کو2 نومبر 2007 کی پوزیشن پر' بحالیِ عدلیہ پر ہدیہءتبریک پیش کرتا ہوں۔آپ کو بجا طور پر' پاکستان میں عدل وانصاف اور حقوقِ انسانی کے تحفُّظ واحترام کی علامت سمجھا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قوم نے آپ کی معزولی پر شدید ردِّ عمل کا اظہار کیا اور عزم واستقلال سے تقریباً 2 سال تک ملک کے طول وعرض میں جدّ وجُہد جاری رکھی اور آپ کے اپنے منصب پر بحال ہونے پر' سب نے اطمینان اور سکھ کا سانس لیا۔مگر اس کے ساتھ ہی آپ کے مضبوط کندھوں پر ذمہ داری کا بھاری بوجھ آن پڑا ہے۔ خدائے رحیم وکریم آپ کو فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں سرخرو فرمائے (آمین)

میں اس خط کے ذریعے آپ کو ملتان میں ہونے والے دُہرے قتل کی ایک لرزہ خیز واردات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔14 مارچ 2009 کو37 سالہ ڈاکٹر شیراز احمد باجوہ (ماہر امراضِ چشم) اور اُن کی اہلیہ' ڈاکٹر نورین رشید (ماہر امراضِ بچگان) کو واپڈا کالونی میں واقع گھر میں گُھس کر' بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ بزدل قاتلوں نے 29 سالہ خاتون ڈاکٹر کے ہاتھ پُشت پر باندھے اور کمرے کا پردہ پھاڑ کر اُن کے منہ میں ٹھونسا اور اس طرح سانس کی بندش سے اُنہیں مار ڈالا۔اسی طرح ڈاکٹر شیراز کے ہاتھ بھی پُشت پر باندھے گئے۔اپنے جذبہءجلادیّت کی تسکین کیلئے قاتلوں نے اُن کی گردن میں رسی ڈالی اور اُن کا گلا گھونٹ کر انہیں قتل کردیا گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان ڈاکٹروں کا صرف ایک قصور ہی سامنے آیا ہے۔عقیدہ کے لحاظ سے اُن کا جماعت احمدیہ سے تعلق تھا۔یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ نہیں ہے۔اس سے پہلے بھی پاکستان کے مختلف علاقوں میں احمدی ڈاکٹروں کو قتل کیا گیا ہے اور عجیب اتفاق ہے کہ اُن کے قاتلوں کا سراغ نہیں مل سکا۔

میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ واردات دن دہاڑے ہوئی اور میری اطلاع کے مطابق، تادمِ تحریر، ہماری مستعد پولیس قاتلوں کو گرفتار نہیں کرسکی۔میرا ایمان ہے کہ اگر مظلوموں کو زمین پر انصاف نہ ملے تو پھر قیامِ عدل کیلئے' مکافاتِ عمل کے قانون کے تحت آسمان سے احتساب کی تقدیر نازل ہوتی ہے!

آپ نے ازراہِ شفقت سوات میں ایک مظلوم لڑکی پر مذہب کے نام پر کئے جانے والے انسانیت سوز تشدّد کا نوٹس لے کر کارروائی کا حکم دیا ہے آپ کے اس اقدام کو یہاں بھی تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اخبارات نے اس واقعہ کی ویڈیو کی تصویر بھی شائع کی اور آپ کے اقدام کو بھی سراہا ہے۔

اگرچہ، سوات میں مجاز عدالت میں معاملے پر غور کئے بغیر، اس بچی کو تشدّد کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر بفضلہٖ تعالیٰ اُس کی جان بچ گئی۔ اس کے برعکس ملتان کے سانحے میں دو افراد کی محض اختلافِ عقاید کی بنیاد پر جان لے لی گئی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس خونِ ناحق کا نوٹس لینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

آخر میں بصد احترام میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں پائے جانے والے مذہبی جنونی اور انتہا پسند اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں کہ اس قسم کے ظالمانہ واقعات سے بیرونی ممالک میں وطنِ عزیز کا تشخص بری طرح مجروح ہو رہا ہے۔ بقول اقبالؒ

گلہ وفائے جفا نُما جو حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بُت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہَری ہَری

والسلام

خاکسار لطف الرحمٰن محمود

☆=……=☆

7 اپریل 2009

عزت مآب جناب یوسف رضا گیلانی صاحب،
وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان،
اسلام آباد، پاکستان

سلام مسنون!

پاکستان آج کل ایک مشکل دَور سے گزر رہا ہے اور اُسے بعض سنگین داخلی اور خارجی مسائل کا سامنا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

میں اس عریضے کے ذریعے، آپ کو اپنے شہر ملتان میں ہونے والی ایک دُہرے قتل کی ظالمانہ واردات کی تفاصیل سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہاں 14 مارچ 2009 کو دو احمدی ڈاکٹروں کو دن دہاڑے قتل کر دیا گیا۔ ڈاکٹر شیراز احمد باجوہ (عمر 37 سال، ماہرِ امراض چشم) اور اُن کی اہلیہ ڈاکٹر نورین رشید (عمر 29 سال، ماہرِ امراض بچگان) ڈیوٹی سے فارغ ہو کر اپنے گھر، واقع واپڈا کالونی پہنچے۔ قاتل بھی اُن کے تعاقب میں وہاں پہنچ گئے۔ ڈاکٹر نورین کے ہاتھ پُشت پر باندھے گئے اور کمرے سے پردے کا کپڑا پھاڑ کر اُن کے منہ میں ٹھونس دیا گیا اور اس طرح اُن کا سانس بند کر کے اُنہیں قتل کیا گیا۔ ڈاکٹر شیراز کے بھی ہاتھ پُشت پر باندھے گئے اور اُن کے گلے میں رسّی ڈال کر، گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔ یہ واردات دن دہاڑے ہوئی اور کوئی گرفتاری تا حال عمل میں نہیں آئی۔

جنابِ وزیر اعظم!

اس قسم کے واقعات کی موجودگی میں کیا ہم فخر کے ساتھ وطنِ عزیز کو حضرت قائد اعظمؒ کے خوابوں کا پاکستان کہہ سکتے ہیں؟ کیا اس قسم کے خدّ و خال سے ایک اسلامی جمہوریہ کا حقیقی تشخص متعین ہو سکتا ہے؟ ان مقتول ڈاکٹروں کا صرف ایک ہی قصور تھا کہ اُن کا جماعت احمدیہ سے تعلق تھا۔ یہ تفاصیل جان کر مجھے بانیِ پاکستان کی وہ تقریر یاد آ گئی جو انہوں نے 11 اگست 1947 کو دستور ساز اسمبلی میں کی۔ جس میں انہوں نے پاکستان کے تمام شہریوں کو مذہبی آزادی کا یقین دلایا تھا!

عزّت مآب وزیراعظم!

مقامِ افسوس ہے کہ اولیائے عظام کی مقدّس سرزمین' ملتان' جومحبت و اخوّت کے درس اور حقوقِ انسانی کے احترام کی روایات کیلئے مشہور تھی' اب تنگ نظری' نفرت' تعصّب اور بربریت کے شعلوں کو گلے لگا رہی ہے۔ اس صورتِ حال کا نوٹس لیجئے اور اس کی روک تھام کیلئے موٴثر پالیسی اختیار فرمائیے۔ بلکہ مجھے کہنے کی اجازت دیجئے جنوبی پنجاب عملاً اب دہشت گردوں' قاتلوں' اور خودکش حملہ آوروں کی زرخیز زمین بن چکا ہے۔ آنے والے موٴرخین' ان سے زیادہ سخت الفاظ کے ساتھ' اس تلخ حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہوں گے!

جنابِ وزیراعظم!

آپ کو آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی یادگار اور خانوادۂ تصوّف وولایت کا چشم وچراغ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ میں آپ کو ایک حدیث کے مفہوم کی طرف متوجہ کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ مقتول' بروزِ حشر اپنے خونِ ناحق پر انصاف کی التجا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا:

''میرے قتل کے وقت فلاں سرزمین پر فلاں حاکم برسرِ اقتدار تھا''

یعنی قیامت کی عدالتِ انصاف میں کئے جانے والے محاسبہ میں حکمرانوں کو بھی علیٰ قدرِ مراتب شامل کیا جائے گا۔ روزِ محشر کا منظر پیش کرتے ہوئے، شاعر نے، کُشتوں کے خونِ ناحق کے حوالے سے کہا ہے ؏

جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر' لُہو پکارے گا آستیں کا

پاکستان میں آبادی کی ضروریات کے پیشِ نظر اب بھی قابل ڈاکٹروں کی کمی ہے۔ کتنی محنت کے بعد قوم کے بہترین دماغ' ڈاکٹر بن کر اس میدان میں خدمات سرانجام دینے کیلئے قدم رکھتے ہیں۔ ان مفید خُدّامِ ملت کو اس طرح قتل کرنا قوم اور معاشرے پر بھی ظلم ہے اور ایسے مظلوموں کے اہل وعیال پر بھی۔

جنابِ وزیراعظم!

یہ پہلا موقع نہیں کہ جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹروں کو پاکستان میں قتل کیا گیا ہے۔ میں ایسے مقتولوں کی ایک لمبی فہرست پیش کرسکتا ہوں۔ چند سال قبل، سرزمینِ سندھ میں' امراضِ چشم کے مشہور ومقبول ماہر، پروفیسر عقیل بن عبدالقادر کو چھریاں مار کر قتل کیا گیا۔ چند ماہ قبل سندھ ہی میں ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی کو اُن کے کلنک میں گولیوں سے بھون دیا گیا۔ سابقہ روایات کے عین مطابق' روزِ روشن میں قتل کی ان وارداتوں میں ملوّث لوگ گرفتار نہ کئے جا سکے!

خدا کرے وطنِ عزیز امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔ لہُو سے لتھڑی ہوئی یہ تاریخ اپنے آپ کو بار بار نہ دُہرائے کیونکہ اس صورت میں مکافاتِ عمل کی تاریخ بھی اپنے ورق اُلٹنے لگتی ہے۔

والسلام

خاکسار لطف الرحمن محمود

L.R.Mahmood

2242, Jasmine Path,

Round Rock, TX 78664

USA

میرے ایک قابلِ رشک دوست

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب

عبدالغفار ڈار۔ الیگزینڈریا، ورجینیا

ہماری جماعتِ احمدیہ میں جو معروف اور نامور بزرگ ہو گزرے ہیں' ملک سیف الرحمٰن کا نامِ نامی اور اسمِ گرامی اُن برگزیدہ کبار کی صفِ اوّل میں شمار ہوسکتا ہے وہ بہت بعد میں جماعت میں داخل ہوئے تاہم بہت جلد وہ آگے نکل گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت مصلح موعودؓ کا دورِ خلافت بہر حال ایک طرح سے اولین دَور ہے۔

ملک صاحب مرحوم حضرت مصلح موعودؓ کے دَورِ خلافت میں آئے اور بہت جلد اپنے علم وفضل اور اخلاص کی وجہ سے حضور کی خصوصی توجہ کا مورد بن گئے۔ یہ ایسی بات ہے کہ اسکی تفصیلات میں جاؤں تو مضمون بہت طویل وعریض ہوگا۔ میں نے دَراصل اپنی بات لکھنی ہے تاہم رسدعرض کرنا ضروری معلوم ہوا ہے کہ ملک صاحب قادیان آئے ہیں، یہ 1934 کی بات ہے جبکہ خاکسار قادیان میں مدرسہ احمدیہ کی آخری کلاس میں زیرِ تعلیم تھا۔ اس زمانے میں قادیان میں بہت بڑی احرار کانفرنس ہوئی تھی۔ ملک سیف الرحمٰن صاحب اُنہی احراریوں کی ایک ذیلی تنظیم کے جنرل سیکرٹری تھے۔ وہ چونکہ عالم نوجوان تھے اور تھے بھی بہت سعادت مند اور مقدّر میں اُن کا احمدی ہو جانا تھا۔ اسی کانفرنس کے دوران' قادیان کی سرزمین میں اللہ تعالےٰ نے چونکہ ایک روحانی کشش رکھی ہوئی تھی اسکی برکت سے' انہیں قادیان شہر کی طرف آنا نصیب ہوا اور اُن کے دل میں تجسس پیدا ہوا کہ قادیان بے شک احرار کانفرنس میں آیا ہوں ذرا میں خود بھی کچھ دیکھوں کہ یہاں کیا کچھ ہے۔ وہ جب ہندو بازار پہنچے، احمدیہ بستی میں داخل ہوئے تو ان کے دل میں بہشتی مقبرہ دیکھنے کا خیال آیا۔ بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعود کے مزار مبارک پر پہنچے تو یکا یک اُن کے ہاتھ دعا کیلئے اٹھے اور انہوں نے دعا کی کہ اے ربّ کریم اگر یہ شخص سچا ہے تو میری راہنمائی فرما۔ ملک صاحب طبعًا بہت خاموش طبیعت کے تھے چنانچہ خاموشی کے ساتھ جیسے آئے تھے واپس چلے گئے اور دعا ان کی قبول ہوگئی اور اُن کا رجحان اس دعائے خاص کے بعد بہر حال احمدیت کی طرف ہوا اور بہت تحقیقات اور تبادلہء خیالات کے بعد اُنہیں شرح صدر ہوا۔ ملک صلاح الدین اور ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ جیسے مخلص نوجوانوں کے ساتھ ان کے مذاکرات ہوئے اور 1935 کے جلسہ سالانہ میں انہوں نے شمولیت کی اور یکم جنوری 1936 کو انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے سارے اندر باہر کے وجود کے ساتھ جماعت میں داخل ہوئے، الحمدللہ۔

بفضلہٖ تعالیٰ میری اپنی یادداشت قائم ہے میں قادیان میں زیرِ تعلیم تھا، اسی زمانہ میں ہمارے ایک نومسلم نوجوان کشمیری پنڈت' وہ بھی تعلیم یافتہ تھے اور سرینگر کے گریجوایٹ تھے۔ احمدیت قبول کرنے کی برکت سے وہ بھی حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے تحت قادیان مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ اب ملک صاحب مرحوم بھی بورڈنگ مدرسہ احمدیہ میں تھے اور شیخ محبوب الٰہی صاحب بھی' خاکسار بھی۔ ہمارے باہمی تعارف اور تعلق کے نتیجہ میں اپنے طور پر شیخ محبوب الٰہی صاحب نے، جن کا پرانا نام پنڈت رادھا کرشن تھا' ملک صاحب سے اسلامیات کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ ہمارے باہمی تعارف کا مجھے یاد ہے کہ آغاز ہی سے مجھے میرے بزرگ استاد حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے بورڈنگ میں مانیٹر مقرر فرمایا تھا۔ فجر کی نماز میں حضرت مولوی صاحب ہماری چارپائی کے قریب ہمارے پاس لکڑی کا ایک صندوق ہوتا تھا۔ اپنی سوٹی سے ایک کھڑاک کر کے مجھے جگاتے تھے میں فوراً وضو کر کے دیگر طلباء کو بھی بیدار کرتا تھا۔ پھر ہم مسجد اقصیٰ جا کر نماز فجر ادا کرتے تھے۔ واپس آکر سارے طلباء تلاوتِ قرآن کریم کرتے اس کے بعد ہمارے دن بھر کے پروگرام جاری رہتے۔ میرا شمار بڑی کلاسوں کا تھا، چھوٹی کلاسوں کے طلباء کو بیدار کرنے کیلئے میں نے ایک عزیز دوست مرزا منظور احمد صاحب پشاوری کو مقرر کیا ہوا تھا۔ مرزا منظور احمد پشاوری بھی گو عمر میں ہم سے چھوٹے تھے مگر مجھے یاد ہے کہ ہمارا جو دوستوں کا حلقہ بنا ہوا تھا اس میں وہ

بھی تھے ان کے ساتھ دوستی کی وجہ سے مجھے ایک بار اسی زمانے میں پشاور دیکھنے کا بھی موقع ملا اور منظور صاحب مرحوم بھی اب خدا کو پیارے ہو چکے ہیں ان کا گھر بھی یاد ہے اور ایک رات کا اُن کے ہاں کا قیام بھی یاد ہے یہ تذکرہ اس لئے کر رہا ہوں کہ ملک صاحب شیخ محبوب الٰہی صاحب کو بھی پڑھایا کرتے تھے۔ مرزا منظور احمد پشاوری بھی اُن سے گاہے بگاہے پڑھتے تھے۔ مجھے مرحوم ملک صاحب کے ساتھ اپنی دوستی کا وقت یاد ہے مگر حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابعؒ جو ملک صاحب کے عظیم شاگرد رشید گزرے ہیں ان کے ایک مضمون سے معلوم ہوا کہ ان کا ملک صاحب کے ساتھ دوستی کا یہ بھی ایک تعلق تھا کہ مرزا منظور احمد صاحب کے مشترکہ دوست تھے۔ جب حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، ملک سیف الرحمٰن سے پڑھا کرتے تھے، میں ملک صاحب کے پاس موجود ہوتا تھا۔ تو اس زمانے میں بھی مرزا منظور احمد صاحب جبکہ وہ ایم۔اے کر رہے تھے، ہمارے پاس آتے جاتے تھے۔ حضورؒ کی مرزا منظور احمد صاحب کے ساتھ دوستی کا پڑھ کر مجھے خوشگوار حیرت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان تینوں باہم دوستی کا تعلق رکھنے والوں کو اس عاجز سمیت اگلے جہاں میں بھی باہم دوستوں کی صورت میں پھر ایک بار ملا دے، وما ذلک علی اللہ ببعید۔

قادیان میں 1936 میں فیصلہ ہوا کہ جو طلباء اب جامعہ احمدیہ میں پڑھتے ہیں وہ جامعہ احمدیہ کے ہوسٹل میں اپنا قیام کریں۔ چنانچہ میں تو جامعہ احمدیہ میں چلا گیا اور ہم دوستوں کی جمعہ کے دن ہی ملاقات ہوا کرتی تھی۔

جامعہ احمدیہ اور ہمارا ہوسٹل محلّہ دارالعلوم میں ہوا کرتا تھا اسی زمانہ کی بات ہے ملک سیف الرحمٰن صاحب مرحوم جو ضلع خوشاب کے ایک گاؤں کے اصل باشندے تھے ان کے والد صاحب کو اپنے بیٹے کا حال احوال سب معلوم تھا۔ ملک صاحب کے والدِ بزرگوار علم دوست تھے انہوں نے قادیان آ کر ملک صاحب کو واپس لیجانے کی بھی کوشش کی مگر وہ ناکام ہوئے۔ قادیان میں ملک صاحب کے تعلیمی انتظامات دیکھ کر انہوں نے بھی اجازت دی اللہ تعالیٰ نے ان کی اس نیکی کو قبول کیا ملک صاحب کے والد صاحب اور اُن کی والدہ صاحبہ بھی آگے جا کر بفضلہ تعالیٰ احمدی ہو گئیں۔ میں 1938 میں قادیان سے اپنی تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے وطن چلا گیا۔ اس طرح سے گویا دو سال ہی ہمارا باہم رابطہ رہا مگر آپ کا اس زمانہ کا جبکہ آپ کا زمانہ عالم شباب کا تھا۔ آپ کا مزاج صوفیانہ تھا زندہ دلی بھی تھی۔ سب سے بڑی بات جو مجھے یاد ہے وہ محبت و خلوص کے پیکر تھے جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ یاد رکھے جانے کے قابل تھے اور ہمیشہ ہی یاد رہے۔ 1948 میں خاکسار حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر ہفت روزہ ''اصلاح'' سرینگر بحق سرکار ضبط ''بند'' ہونے کے بعد لاہور چلا آیا۔ ہماری باہم پھر ملاقات ہوئی۔ پھر رابطہ قائم ہوا۔ وہاں بھی ملک صاحب حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو پڑھاتے تھے۔ تو ہم سب کی باہم ملاقات ہو جاتی تھی۔ اب ملک صاحب مختلف جماعتی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ عربی علوم کے کئی امتحان پاس کر چکے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو دیوبند اور فتح پور کے علماء کی طرف بھی بھیج دیا۔ تقریباً ایک سال آپ دیوبند اور اس کے بعد دہلی میں غیر از جماعت جیّد علماء سے فقہ اور علم حدیث اکتساب کرتے رہے۔ میرے نزدیک سلسلہ عالیہ احمدیہ میں جو مختلف عہدوں تک آپ کی رسائی ہوئی ہے سب سے بڑی فضیلت آپ کو یہ حاصل ہوئی کہ حضرت سید مولانا محمد سرور شاہ صاحب جیسے عظیم استاد اور مفتی سلسلہ کی قائم مقامی میں حضرت مصلح موعودؓ نے مفتی سلسلہ احمدیہ کے اہم منصب پر آپ کا تقرر فرمایا ع

یہ رتبہء بلند ملا جس کو مل گیا

الحمدللہ مجھے بھی یہ سعادت حاصل ہے کہ حضرت مولانا سرور شاہ صاحب کا میں بھی ایک شاگرد تھا۔ حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحب کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو نماز کی امامت کا بھی ارشاد فرماتے رہے۔ حضرت مولانا کا مختصر تذکرہ میں نے اپنی ناچیز کتاب رؤوسانِ کشمیر میں بھی کیا ہے۔ پھر رسالہ ''خالد'' کے ایک شمارہ میں جو کہ ایک ضخیم شمارہ ہے، یہ پڑھ کر بھی خوشی ہوئی کہ حضرت میر داؤد احمد صاحب جو کہ میرے ایک اور عظیم استاد، حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحبؓ کے فرزندِ جلیل تھے۔ اور جامعہ احمدیہ کے جس وقت وہ پرنسپل تھے، آپ نے اپنی بیماری کے سبب سے ملک سیف الرحمٰن صاحب کو اپنا قائمقام بنایا۔ میں سمجھتا ہوں یہ ایک اور ایسا موقعہ تھا جبکہ جماعت کے اندر اُن کے علمی مقام کی قدر و منزلت کو پہچانا گیا۔ اس کے بعد جب آپ باقاعدہ پرنسپل بنے تو جامعہ احمدیہ نے بہت ترقی کی۔ میں اپنے قارئین کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ جماعتِ احمدیہ کی یہ معروف درسگاہ دراصل مدرسہ احمدیہ کی ہی ایک ترقی پذیر شکل و صورت ہے اور مدرسہ احمدیہ بذاتِ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لگایا ہوا علمی پودا ہے۔ جو اب خدا کے فضل سے بین الاقوامی علمی درسگاہ بن گیا ہے۔ افریقہ میں بھی جامعہ احمدیہ، لندن میں بھی جامعہ احمدیہ ہے۔ قادیان میں بھی جامعہ احمدیہ ہے۔ کینیڈا میں بھی جامعہ احمدیہ ہے۔ ربوہ کا جامعہ احمدیہ دیکھنا اس طرح نصیب ہوا کہ ایک مرتبہ ربوہ میں قیام کے دوران سید میر محمود احمد صاحب نے مجھے جامعہ احمدیہ کی گاڑی بھیج کر (جبکہ جس جامعہ احمدیہ میں میں پڑھا ہوا ہوں وہاں تو کسی کے پاس سائیکل بھی نہ تھا، پھر وہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کی چھوٹی سی کوٹھی کجا ربوہ کی یہ درسگاہیں میں تو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اللہ کرے زور ترقی اور زیادہ) اپنے جامعہ احمدیہ میں طلب کیا۔ آپ نے کالج کے تمام سٹاف اور کالج سینئر کلاس کے طلباء کے ایک جم غفیر کو جمع کر

کے خاکسار سے کشمیریات کے سلسلہ میں ایک تقریب بنادی۔ اور مجھ سے بہت سے سوالات کے جوابات حاصل کئے۔اس جامعہ احمدیہ میں سیّد میر محمود احمد صاحب نے کشمیریات کے سلسلہ میں ایک شعبہ قائم کیا ہوا ہے۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کروں کہ میں نے چونکہ راولپنڈی سے ہجرت کرنی تھی اور میرے پاس خدا تعالےٰ کے فضل سے کتابوں کی ایک بڑی لائبریری تھی ۔ ان کتابوں میں بہت سی تاریخی اور علمی کتابوں کے علاوہ ، بخاری شریف ،موطا ابن مالک جیسی کتب بھی تھیں۔سید صاحب نے جامعہ احمدیہ کے دو اساتذہ کو گاڑی دے کر راولپنڈی بھیجا اور وہ تمام کتب جو میں نے ایک بہت بڑی الماری میں سجادی تھیں وہ ساری کتابیں جامعہ احمدیہ ربوہ نے قبول کیں اور مجھے ان تمام کتابوں کی فہرست بھی بنوا کر بھجوادی۔ یہ فہرست میرے پاس موجود ہے اور مجھے خوشی ہے کہ میری اس خدمت کو قبول کیا گیا، الحمدللہ۔

مرحوم ملک سیف الرحمٰن صاحب کی یہ عظمت ہے کہ میری یادوں کے دریچے کھل رہے ہیں اور بہت سی باتیں یاد آرہی ہیں۔ ان سب باتوں کو سمیٹنا مشکل ہے ایک بات اس جگہ یہ یاد آئی کہ میں نے اپنے دو برگزیدہ اساتذہ کا ذکر کیا ہے ان دو بزرگوں کے علاوہ جو چار میرے اساتذہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے ہیں ان کا ذکر بھی اس جگہ کروں۔حضرت مولانا غلام نبی صاحب مصریؓ، ایک اور مصری بھی بہر حال استاد رہے ہیں مگر ان کا نام لکھنے سے اس لئے قاصر ہوں کہ وہ پٹڑی سے اتر گئے تھے۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب حلال پوریؓ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ المعروف مہر سنگھ۔حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ فاضل۔اس جگہ میرا دل کہتا ہے کہ اگرچہ حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب میرے ہم عصر رہے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ کاش میں نے بھی ان سے کچھ پڑھا ہوا ہوتا۔ مرحوم مولانا کی پیدائش 1912 اور کہیں پر 1914 بھی لکھی گئی ہے، میری پیدائش کی تاریخ 1916 ہے۔ مجھے ہمیشہ یہ لگا کہ مرحوم ملک صاحب مجھ سے کم از کم چار سال بڑے تھے۔ اس لئے ان کی پیدائش 1912 زیادہ درست لگتی ہے۔ اس طرح میرے خیال میں حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب اپنی عظیم اور بھرپور نیکیوں سے مالا مال 77 سال زندگی پا کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے ع

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ.

مرحوم ملک صاحب کی بھرپور زندگی کا احاطہ کسی قدر ماہنامہ رسالہ ''خالد'' ربوہ کے اکتوبر 1995 کے شمارہ میں کیا گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کے بارے میں بھرپور مضمون لکھ کر کماحقہ' اپنا حقِ شاگردی ادا فرمایا۔ وہ کبھی کسی کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے مبالغہ سے ہرگز کام نہیں لیتے تھے۔انہوں نے بجا طور پر فرمایا:

''دینی علوم میں' علوم نقلیہ کے علاوہ آپ کو عقل کی ایسی روشنی عطا ہوئی تھی جو علوم پر حکمت کے پہرے بٹھائے رکھتی تھی۔''

آپ کی مختلف خوبیوں ، مہمان نوازی، غریب پروری، عجز وانکساری وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''زبان آپ کی ایسی سلیس ہم حیرت سے منہ تکتے رہ جاتے''۔

میں نے ہمیشہ ان کا چہرہ متبسم دیکھا۔حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے دو لفظوں میں ملک صاحب کی شخصیت کو نکھار کر ہمارے سامنے رکھا۔فرمایا:

''علم میں بھی ان کا کوئی بدل نہیں اور انکسار میں بھی ان کا کوئی بدل نہیں۔''

محترم حافظ مظفر احمد صاحب کے مضمون کا عنوان ہے ''ایک عالم کی رحلت ایک عالَم کی موت''۔اس مضمون میں آپ لکھتے ہیں کہ 1952 میں حضور نے جب مجلس افتاء کا از سرِ نو احیاء فرمایا تو اس کمیٹی کے صدر مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب اور سیکرٹری مولانا جلال الدین شمس قرار پائے بعد ازاں 1961 میں حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحب مجلس افتاء کے صدر نامزد ہوئے تو ملک صاحب ان کے سیکرٹری تھے۔ حافظ صاحب اپنے اسی مضمون میں مزید لکھتے ہیں:

''کہ آپ کی خدمات کا تذکرہ کرنے کیلئے ان کا یہ مضمون کافی نہیں ۔یکم جنوری 1932 سے 25 اکتوبر 1989 تک آپ کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس وقت کے تقاضوں کے مطابق صرف ہوا۔اور شب و روز خدمتِ دینیہ میں مصروف رہے۔ عزیزم مرزا عبدالصمد احمد صاحب سیکرٹری بہشتی مقبرہ ربوہ نے اپنے مضمون میں ملک سیف الرحمٰن صاحب کی یہ بات نقل کی ہے:

''سب حضرت مصلح موعودؓ کے احسانات ہیں اور رو پڑے اور کہنے لگے میں کچھ نہ تھا نہ ہوں حضرت مصلح موعود نے مجھ پر محنت کی آپ نے مجھے کبھی ایک مدرسہ میں پڑھایا کبھی دوسرے مدرسے میں خدا کا فضل ہے جو آج مجھے احمدیت میں جو عزت ہے وہ دوسری کسی جگہ کی زندگی میں کہاں''

رسالہ خالد ملک سیف الرحمٰن نمبر میں دو مضمون ان کے مدّاحوں نے جن میں بڑے بڑے نامور ہیں ، آپ کی زندگی کے حالات لکھے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں سب سے بڑی اعزازی خدمت' بیالیس سال تک آپ کا مفتی سلسلہ ہونا ہے۔ گویا آپ کی ساری زندگی کا اکثر حصہ اسی عظیم الشان خدمت سلسلہ میں گزرا ہے۔

میرے دوستوں میں مولوی محمد احمد صاحب جلیل مفتی سلسلہ کہ وہ بھی اپنی بھرپور زندگی خدمت سلسلہ میں گزار کر اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملے۔اسی طرح عزیزم غلام باری صاحب سیف بھی سلسلہ کی خدمت سے بھرپور زندگی گزار کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے ہیں۔خوش نصیب ہیں میرے یہ دونوں دوست۔اسی طرح مولوی محمد صدیق صاحب، عزیزم میر غلام احمد نسیم، ڈاکٹر کریم اللہ زیروی اور ملک صاحب کے فرزند ملک مجیب الرحمٰن کے مضامین میں ان دوستوں نے ایک حق ادا کیا ہے جس کیلئے میں ان کا اور دیگر ان تمام دوستوں کا شکرگزار ہوں جنہوں نے ملک صاحب کے ذکر خیر میں مضامین لکھے ہیں۔

مرحوم ملک صاحب ایک علمی تحفہ جو جماعت کو دے گئے ہیں وہ حدیقۃ الصالحین ہے جو جماعت میں جگہ جگہ ان کے درسوں میں سنی اور پڑھی جاتی ہے اور بھی علمی سرمایہ جوان کے پاس تھا وہ اور مختلف مضامین اور اپنے بے شمار شاگردوں کی صورت میں ہمیں دے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب احمدیت کے رنگ میں رنگین جماعت اور جماعتی کاموں سے وابستہ ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کو ہمیشہ اپنے سایہء عاطفت میں رکھے۔ملک صاحب مرحوم کے علمی اور عملی کارنامے ہمیشہ زندہ وجاوید رہیں گے اور ہمیشہ ان کی یاد دلاتے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ اپنی جنتوں میں انہیں بلند وبالا درجہ عطا فرمائے۔

رسالہ ''خالد'' کے ایڈیٹر سید مبشر احمد صاحب ایاز کا اس قسم کا ایک یادگار نمبر ملک سیف الرحمٰن صاحب کی یاد میں شائع کرنے پر میں اس لئے بھی شکرگزار ہوں کہ اس یادگار رسالے میں جو فوٹوز شائع ہوئی ہیں وہ شاندار ہیں۔ملک صاحب مرحوم کے خلفائے احمدیت کے ساتھ فوٹوز کے کیا کہنے؟ الحمدللہ۔لطف کی بات یہ ہے کہ میرے تصور میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میرا اُن کے ساتھ کوئی فوٹو بھی ہے اور یہ بھی حسرت تھی کہ میں نے ساری زندگی وقف کا فارم پُر کئے بغیر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں بفضلہٖ تعالیٰ ایک واقفِ زندگی کی طرح زندگی گزاری ہے۔مگر جب اس رسالہ خالد کا صفحہ نمبر 48 پڑھا تو اگلے صفحے پر دو تصاویر نظر آئیں۔ایک میں مَیں نے حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ملک صاحب مرحوم کو پہچانا۔پھر حضرت مصلح موعودؓ کے عقب میں اپنے مرحوم دوست مولوی نورالحق کی پگڑی دیکھی، تو میں نے غور سے دیکھنا شروع کیا تو میں بے حد خوش ہوا کہ اس فوٹو میں مَیں بھی موجود ہوں، الحمدللہ۔بہرحال ایک محبت ہے علم دین بزرگ دوست کے حق میں۔دعائے مغفرت اور ان کی جنت الفردوس میں درجات کی بلندی کیلئے ہم سب کو دعا کرنی چاہیئے۔

میں احباب کرام سے عاجزانہ درخواست دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی زندگی کے بقایا دن صحت وسلامتی سے گزارنے کی توفیق دے، اللہ تعالیٰ میری نیک مرادیں پوری کرے اور انجام بخیر ہو۔(آمین)

XXXXXXXXXXXXXXXXXX

ہم نے دیکھا ہے اُسے۔۔۔

ایچ۔آر۔ساحر

وادیٔ خواب میں اک بار اُسے دیکھا ہے
پھر تو ان آنکھوں نے ہر بار اُسے دیکھا ہے
قوسِ مغرب پہ ضیا بار اُسے دیکھا ہے
بزم آرا و جہاندار اُسے دیکھا ہے
آر دیکھا ہے کبھی پار اُسے دیکھا ہے
یار دیکھا ہے تو 'بَس' یار اُسے دیکھا ہے
ہم نے دیکھا ہے اُسے۔۔۔

تم نے دیکھا ہے کبھی پھول کو باتیں کرتے؟
تم نے دیکھی ہے نظر قوسِ قزح کی صورت؟
تم نے دیکھے ہیں کبھی اشک برآتیں کرتے؟
ہم نے دیکھا ہے اُسے۔۔۔

تم نے دیکھا ہے کسی چاند کو شرماتے ہوئے؟
تم نے دیکھے ہیں زمینوں سے ستاروں کے نیاز؟
تم نے دیکھا ہے کسی خواب کو اتراتے ہوئے؟
ہم نے دیکھا ہے اُسے۔۔۔

تم نے دیکھا نہیں خوشبو کو سفر میں شاید؟
تم نے دیکھا نہیں پُونم میں ضَو بار قمر؟
تم نے دیکھا نہیں شبنم کو سحر میں شاید؟
ہم نے دیکھا ہے اُسے۔۔۔

تم نے دیکھی ہے کڑی دھوپ میں برسات کبھی؟
تم نے چھانی ہے کبھی دردِ غمِ یار کی ریت؟
تم نے دیکھی ہے شبِ ہجر میں شبرات کبھی؟
ہم نے دیکھا ہے اُسے۔۔۔

جلوۂ دید سے مدہوش ہے خاکم بدہن!
رُوحِ فن عجز سے خاموش ہے خاکم بدہن!

عبد السلام سکول آف میتھے میٹیکل سائنسز، لاہور

www.sms.edu.pk

محمد زکریا ورک، کنگسٹن کینیڈا

اس سال فروری 2009ء میں مجھے پاکستان میں نوبل انعام یافتہ پروفیسر عبد السلام سے وابستہ چار یادگاروں کو دیکھنے کا موقعہ ملا:

(1) جھنگ کے محلّہ فاروقیہ میں ڈاکٹر سلام کا گھر جہاں آپ کی پیدائش ہوئی تھی اور جہاں گورنمنٹ کی طرف سے ایک خستہ حال یادگاری تختی لگی ہوئی ہے۔ مکان کی رکھوالی کیلئے ایک چوکیدار یہاں ہر وقت موجود ہوتا ہے۔

(2) گورنمنٹ کالج لاہور میں ریاضی کا شعبہ جہاں دیوار پر شعبہ کے سربراہوں کے نام لکڑی کی تختی پر دیوار پر آویزاں ہیں۔ یہ شعبہ بڑے وسیع و عریض ہال میں ہے جس کا نام اب 'سلام ہال' ہے۔

(3) گورنمنٹ کالج یونیورسٹی میں فزکس کا شعبہ جہاں سلام چیئر کا دفتر ہے اور جس کے حامل پروفیسر غلام مرتضٰی ہیں۔ ان کے دفتر کے باہر دیوار پر انگلش میں لکھا ہؤا ہے: Professor Salam Chair۔ یہاں راہداری کی دونوں طرف دیواروں پر ڈاکٹر سلام کی تصاویر آویزاں ہیں۔

(4) لاہور کے محلّہ نیو مسلم ٹاؤن میں عبد السلام سکول آف میتھے میٹیکل سائنسز جو حال ہی میں یہاں منتقل ہؤا تھا اس لئے بلڈنگ کے باہر سکول کے نام کا بورڈ نہیں لگا ہؤا تھا۔

اس مضمون کا مقصد لاہور میں ریاضی میں ریسرچ کے اس عالمی ادارے کا تعارف کرانا مقصود ہے۔

عبد السلام سکول آف میتھے میٹیکل سائنسز حکومت پنجاب نے گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کے زیر نگرانی 2004ء میں قائم کیا تھا۔ یہ ایک سینٹر آف Excellence ہے جس کا مقصد ریاضی کے علوم میں ریسرچ اور ایڈوانس سٹڈیز ہے۔ سکول کے ڈائریکٹر جنرل پروفیسر ڈاکٹر رضا چوہدری ہیں جنہوں نے میرا اور میرے پرانے دوست خالد امیر کا استقبال بڑے پرتپاک طریقے سے کیا۔ خوش باش، وضعدار، خوش پوشاک ڈاکٹر چوہدری نے انگلش میں گفتگو کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ وہ واشنگٹن سٹیٹ یونیورسٹی (سی ایٹل امریکہ) میں بیس سال تک تدریس کا فریضہ انجام دینے کے بعد پاکستان لوٹے ہیں۔

(choudhry@cwu.edu) انہوں نے بتلایا کہ یہ سکول اس وقت ساؤتھ ایشیا میں سب سے مضبوط ادارہ ہے اور دنیا میں اس وقت تیزی سے ابھرنے والا سکول ہے جہاں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی جاتی ہے۔ سکول کا نصب العین یہ ہے کہ پروفیشنل سائنسدانوں کی تربیت کی جائے تاکہ وہ علوم ریاضی کے مختلف شعبوں میں تحقیق کا کام کر سکیں۔ سکول کا ایک نہایت اہم کام پوسٹ ڈاکٹرل فیلوشپ کو شروع کرنا تھا۔ اس سے پہلے پاکستانی طالب علم پوسٹ ڈاکٹرل فیلوشپ کیلئے غیر ممالک میں جایا کرتے تھے مگر اب گنگا الٹی بہنی شروع ہوگئی ہے اور غیر ممالک کے طلباء یہاں پاکستان میں آرہے ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ اس وقت متعدد نوجوان جو اپنے ممالک سے ڈاکٹریٹ یافتہ ہیں وہ عبد السلام سکول آف میتھے میٹیکل سائنسز (ASSMS) میں پوسٹ ڈاکٹریٹ فیلوشپ کر رہے ہیں۔ اس سال ایسے طالب علم چین، جرمنی، رومانیہ، امریکہ، ازبکستان سے آئے ہیں جو ہماری فیکلٹی کے معیار کی نشاندہی کرتا ہے۔ ڈاکٹر چوہدری کے ارشاد پر ہمیں یہاں سے ریاضی میں پی ایچ ڈی حاصل کرنے والے اول ترین نوجوان احمد محمود قریشی نے پورے سکول کا ٹور دیا۔ یہاں کی لائبریری ریاضی پر کتابوں رسالوں، دنیا بھر سے آئے ہوئے جرنلز سے بھری ہوئی تھی۔ سکول کے مین ہال میں ہم نے دیکھا کہ چند افراد نماز ظہر ادا کر رہے تھے۔ ہماری ملاقات ایک جرمن پروفیسر سے بھی ہوئی جو یہاں اس وقت مدرس ہے۔ اس وقت یہاں 106 سکالرز ریسرچ کا کام کر رہے ہیں جن میں سے 18 سکالرز پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں۔ ایک خاتون طالب علم مس شاہین نذیر نے بھی ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے اور وہ ایشیا کی سب سے کم عمر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے والی طالبہ ہیں۔

یہاں کی فیکلٹی سو فی صد غیر ملکی ہے۔ 43 ریاضی دان جن میں سے بعض فل ٹائم اور بعض وزیٹنگ پروفیسرز ہیں ان کا تعلق دنیا کے بارہ ممالک سے ہے: برطانیہ، جرمنی، امریکہ، چین، سویڈن، ناروے، روس،

رومانیہ، جارجیا، بلغاریہ، چیکو سلاواکیہ اور ہالینڈ۔ یہ پروفیسرز پی ایچ ڈی کے طلباء کے کام کی نگرانی کرنے علاوہ پوسٹ ڈاکٹرل فیلوز کے تحقیقی کام کی نگرانی بھی کرتے ہیں۔فیکلٹی کے ممبران اور طالب علم کے اب تک 200 سے زائد ریسرچ پیپرز دنیا کے مشہور ترین ریاضی کے جرنلز میں شائع ہو چکے ہیں۔غیر مما لک کی 22 یونیورسٹیوں کے ساتھ ایکس چینج پروگرام بھی جاری ہے۔

سینٹر کے سنگ میل

بین الاقوامی مقابلہ

ریاضی کو پاکستان میں سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری سکولوں کے طلباء میں مقبول عام بنانے میں بھی ASSMS نے قابل ذکر کردار ادا کیا ہے۔اس ضمن میں ایک انٹرنیشنل مقابلہ شروع کیا گیا ہے جس کا نام کانگروز آف میتھے میٹکس ہے۔ اس میں تیسرے گریڈ سے لیکر تیرھویں گریڈ کے طالب علم حصہ لے سکتے ہیں۔اس مقابلے میں 2005ء میں 6,000 طالبعلموں نے حصہ لیا تھا جبکہ پچھلے سال 37,000 طالب علموں نے حصہ لیا تھا۔یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ پاکستانی طلباء میں ریاضی کیلئے کس قدر دلچسپی پائی جاتی ہے۔امید کی جاتی ہے کہ یہ تعداد ہر سال بڑھتی ہی رہے گی۔ بین الاقوامی سطح پر یہ مقابلہ ہر سال 17 مارچ کو منعقد ہوتا ہے۔گزشتہ سال مختلف مما لک کے تین ملین طلباء نے اس میں حصہ لیا تھا۔ پاکستان بین الاقوامی مقابلے کا ممبر 2005ء میں بنا تھا جبکہ ہندوستان کو اس کی ممبر شپ ابھی تک نہیں ملی۔

ریاضی کے مضمون کو پاکستان میں مقبول عام بنانے کیلئے ایک اور مثبت قدم اٹھایا گیا ہے۔2005ء میں پاکستان نے سب سے پہلی بار انٹرنیشنل میتھے میٹیکل اولمپیاڈ International Mathematical Olympiad(IMO) جو میکسیکو میں منعقد ہوا تھا اس میں حصہ لیا تھا۔اس مقابلے میں حصہ لینے کیلئے رومانیہ کے ریاضی کے دو پروفیسروں نے IMO میں حصہ لینے کیلئے طلباء کی مدد کی تھی جس کی وجہ سے پاکستان معینہ وقت سے دو سال قبل اس میں شامل ہو گیا تھا۔ پاکستانی طلباء نے اس موقعہ پر ریاضی کے چند ایسے مسائل پیش کئے تھے جن کو اول درجہ کا قرار دیا گیا تھا۔2007ء میں پاکستان نے مقابلے میں کانسی کا تمغہ جیتا تھا۔

تربیتی پروگرام

ریاضی میں مہارت پیدا کرنے کیلئے زبانی اور تحریر میں ابلاغ پیدا کرنا خشت اول کی مانند ہے۔طلباء میں اظہار خیال کی ہنرمندی پیدا کرنے کیلئے یہاں Communication Skills پروگرام شروع کیا گیا ہے تاکہ طلباء میں بولنے اور لکھنے میں مہارت پیدا کرنے کے ساتھ خود اعتمادی پیدا کی جائے۔اس ضمن میں طلباء کی دو کلاسز بنیادی تربیت مکمل کر چکی ہیں۔فیکلٹی کے ممبران کی پرفارمنس بڑھانے کیلئے نومبر 2006ء سے پروفیشنل ڈیویلپمنٹ سلسلہ وار ورک شاپس شروع کی گئی ہیں۔ پاکستان کے دور دراز کے علاقوں میں ریاضی کی تعلیم دینے کیلئے فیکلٹی کے ممبرز نے کوچنگ سینٹرز کھولے ہیں جس کا آغاز ستمبر 2007ء میں ہوا تھا۔ پاکستان کی یونیورسٹیوں کے ریاضی کے پروفیسروں کیلئے ریاضی کی چند شاخوں میں intensive courses شروع کئے گئے ہیں۔

ورلڈ کانفرنس

مارچ کے جن دنوں ہم نے سکول کو visit کیا اس کے کچھ دنوں بعد یہاں چوتھی World Conference on 21st Century Mathematics کا انعقاد ہونے والا تھا۔اس کانفرنس کا مقصد پاکستانی ریسرچرز اور نوجوان سکالرز کو ایسا پلیٹ فارم مہیا کرنا ہے جس سے وہ دنیا کے نامور سائنسدانوں سے بالمشافہ تبادلہ خیال کر سکیں۔ASSMS سکول آج تک چار ایسی کانفرنسیں منعقد کر چکا ہے۔پہلی کانفرنس مارچ 2004ء دوسری مارچ 2005ء، تیسری مارچ 2007ء اور چوتھی مارچ 2009ء میں منعقد ہوئی تھی۔سکول کے پاس اس وقت ٹاپ کلاس کے میتھے میٹیکل سائنسدان ہیں جو اپلائیڈ اور پیورمیتھ میں مہارتِ تامہ رکھتے ہیں۔ یہ سائنسدان ماحولیات، بائیو سائنسز اور انڈسٹری کیلئے میتھے میٹیکل ماڈلنگ فراہم کرنے کے قابل ہیں۔

میگزین

سکول سے اعلیٰ معیار کا میتھے میٹکل سائنسز میں ریسرچ جرنل شائع ہوتا ہے جس کا نام Journal of Prime Research in Mathematics ہے۔ اسی طرح ریاضی کیلئے ایک اور میگزین بھی شائع ہوتا ہے جس کا نام Math Track ہے۔

تمام ایسے سائنسدان جو ریاضی کی فیلڈ میں دلچسپی رکھتے ہیں ان کیلئے یہاں ستمبر 2004ء سے علمی مذاکرہ شروع کیا گیا تھا جو ہفتہ کے ساتوں دن منعقد ہوتا ہے۔مذاکرہ میں ریاضی کی مختلف شاخوں میں ہونے والی تازہ تحقیقات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔یہاں کی ہائی کوالٹی پرفارمنس کے مدنظر انٹرنیشنل سائینٹفک مانیٹرنگ ایجنسی نے پاکستان کو "رائزنگ سٹار" کا درجہ عطا کیا ہے۔عالمی سطح پر پاکستان کو یہ درجہ اس وجہ سے ملا کہ ASSMS نے اس ضمن میں عمدہ کنٹری بیوشن کی تھی۔سکول میں اعلیٰ درجے کے سیمینارز، سمپوزیم، ورک شاپس، پروفیشنل سکولز، منعقد کرنے کی وجہ سے اور بہترین اکیڈیمک سٹینڈرڈ قائم کرنے کی وجہ سے انٹرنیشنل سائینٹفک کمیونٹی پاکستان میں تعلیمی کوششوں کی بھرپور حمایت کر رہی ہے۔ ان اداروں میں یونیسکو، یورپین میتھے میٹکل سوسائٹی، انٹر نیشنل میتھے میٹکل یونین کے نام قابل ذکر ہیں۔

XXXXXXXXXXXXXXXXX

قصیدہ نعمت اللہ شمس ولیؒ

پروفیسر رشیدہ تسنیم خان، فلاڈلفیا

امامِ زماں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیفِ لطیف "نشانِ آسمانی" میں گزرے ہوئے ولیوں کے مکاشفات کا ذکر فرمایا ہے جن میں مسیح موعود کی آمد کی خوشخبری دی گئی ہے۔ حضورؑ نے اپنی کتاب میں "ایک مردِ باخدا" نعمت اللہ شمس ولیؒ کا الہامی قصیدہ خاص طور پر نقل فرما کر اس کے چیدہ چیدہ اشعار کا ترجمہ اور تشریح بھی تحریر فرمائی ہے۔

یاد رہے نعمت اللہ شمس ولیؒ قندھار، افغانستان میں چھٹی صدی ہجری، یعنی آج سے ساڑھے آٹھ سو سال قبل پیدا ہوئے۔ آپ برِصغیر ہند میں اپنی ولایت اور اہلِ کشف ہونے کے باعث مشہور و معروف ہیں۔ آپ نے مذکورہ بالا قصیدہ میں اپنے ایک مکاشفہ کی بناء پر مختلف ممالک میں آئندہ تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں پیش آنے والے دگرگوں حالات کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ایک موعود نبی اور اسکے جلیل القدر موعود بیٹے کی نوید دی ہے، اس کے علاوہ مختلف ممالک میں جن تہذیبی، معاشرتی اور سیاسی حالات کا ذکر اپنے مکاشفہ کی بناء پر کیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کی صحیح عکاسی کرتے ہیں۔

حضرت محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی نے یہ قصیدہ اپنی کتاب الاربعین فی الاحوال المھدیین (مطبوعہ نومبر 1851ء، کلکتہ) میں درج کیا تھا۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے ارشاد:

"یہ چند اشعار ہیں جو ہم نے نعمت اللہ ولی کے قصیدہ سے جو طول طویل ہے برعایت اختصار لکھے ہیں، ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنی تسلی کے لیئے اصل ابیات کو دیکھ لے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔"

کے مطابق متلاشیانِ حق کے لئے قصیدہ کے باقی اشعار کا ہم ترجمہ پیش کر رہے ہیں، حضور علیہ السلام کا فرمودہ ترجمہ اور تشریح جلی الفاظ سے نمایاں کی گئی ہے۔

قصیدہ

قدرتِ کردگار مے بینم   حالتِ روزگار مے بینم

میں اللہ کی قدرت کے طفیل زمانے کے حالات بیان کرتا ہوں

از نجومِ ایں سخن نمے گویم   بلکہ از کردگار مے بینم

یعنی جو کچھ مَیں اِن ابیات میں لکھونگا وُہ مُنجمانہ خبر نہیں، بلکہ الہامی طور پر مُجھ کو خُدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا ہے۔

در خراسان و مصر و شام و عراق فتنہ و کار زار مے بینم

خُراساں، مصر، شام اور عراق میں جنگ اور فساد دیکھ رہا ہوں۔

ہمہ را حال مے شود دیگر گریکے در ہزار مے بینم

ہر ایک کا حال خراب ہے۔

قصّہء بس غرب مے شنوم غُصّہ در دیار مے بینم

عجیب وغریب باتیں سننے میں آ رہی ہیں، ہر ملک میں غم نظر آ رہا ہے۔

غارت و قتل لشکرِ بسیار از یمین و یسار مے بینم

مشرق ومغرب میں ہر طرف قتل وغارت اور لشکر کشی کا ہنگامہ بر پا ہے۔

بس فرو مایگان بے حاصل عالم و خواندکار مے بینم

عوام الناس علم وفضل حاصل کرنے کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

مذہب دین ضعیف مے یابم مبدع افتخار مے بینم

دینِ مبیں بہت کمزور نظر آ رہا ہے۔ بدعات اختراع کرنے والوں کو اپنی اختراعات پر فخر ہے۔

دوستانِ عزیز ہر قومے گشتہ غمخوار مے بینم

ہر قوم کے بہی خواہوں کو پریشان اور غمگین دیکھ رہا ہوں۔

منصب و عزل و تنگچی عمّال ہر یکے را دو بار مے بینم

عہدے دار اور عوام سب ہی اپنے حالات سے مایوس ہیں۔

ترک و تاجیک را بہم دیگر خصمی و گیر دار مے بینم

تُرک اور روسی آپس میں برسرِ پیکار ہیں۔

مکر و تزویر و حیلہ در ہر جا از صغار و کبار مے بینم

کیا بڑا کیا چھوٹا، کیا اعلیٰ کیا ادنیٰ ہر طبقہ اعلیٰ اخلاقی اقدار سے عاری ہے، اور مکر وفریب اور جُھوٹ کو جائز سمجھتا ہے۔

بقعہء خیر سخت گشت خراب جائے جمع شرار مے بینم

ہر جگہ لڑائی کی آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ اور امن وامان کی حالت بہت خراب ہے۔ اور فساد کے اسباب ہر جگہ جمع ہیں۔

اند کے امن گر بود امروز　　　　در حد کوہسار مے بینم

کوہستانی علاقے نسبتاً پُرامن نظر آتے ہیں۔

گرچہ مے بینم ایں ہمہ غم نیست　　　　شادی غمگسار مے بینم

ان انتہائی خراب حالات کے باوجود، ایک خوش خبری ہے جو مجھے دلاسا دے رہی ہے۔

بعد امسال وچند سال دگر　　　　عالمے چُوں نگار مے بینم

کہ چند سال بعد، میں اس دنیا کو ایک محبوب کی طرح سجا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

بادشاہ مشام دانائے　　　　سرورِ باوقار مے بینم

میں ایک بادشاہ دیکھ رہا ہوں جو دانا، زیرک اور کاروبارِ مملکت میں بڑا باوقار ہے۔

حکم امثال صورتے دگر ست　　　　نہ چوبیدار مے بینم

اس زمانہ کے شعور سے عاری عوام بھی کچھ بدل رہے ہیں۔

غینؔ ورےؔ سال چوں گذشت از سال　　　　بوالعجب کاروبار مے بینم

یعنی بارہ سَو سال گزرتے ہیں عجیب عجیب کام مجھ کو نظر آتے ہیں، مطلب یہ کہ تیرھویں صدی کے شروع ہوتے ہی ایک انقلاب دُنیا میں آئے گا اور تعجب انگیز باتیں ظہور میں آئیں گی۔ اور ہجرت کے باراں سَو (1200) سال گزرنے کے ساتھ ہی مَیں دیکھتا ہوں کہ بوالعجب کام ظاہر ہونے شروع ہو جائیں گے۔

گر آئینہ ء ضمیرِ جہاں　　　　گرد و زنگ و غبار مے بینم

یعنی تیرھویں صدی میں دُنیا سے صلاح وتقویٰ اُٹھ جائے گی۔ فتنوں کی گرد اُٹھے گی۔ گناہوں کا زنگ ترقی کرے گا اور کینوں کے غبار ہر طرف پھیلیں گے یعنی عام عداوتیں پھیل جائیں گی۔ تفرقہ اور عناد بڑھ جائے گا۔ اور محبت اور ہمدردی اُٹھ جائے گی مگر ان باتوں کو دیکھ کر غم نہیں کرنا چاہیئے۔

ظُلمتِ ظلم ظالمانِ دیار　　　　بے حد و شمار مے بینم

یعنی مُلکوں میں ظلم کا اندھیرا انتہاء کو پہنچ جائے گا۔ حاکم رعیّت پر اور ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر اور ایک شریک (دوسرے) شریک پر ظلم کریگا اور ایسے لوگ کم ہونگے جو عدل پر قائم رہیں۔

جنگ و آشوب و فتنہ و بیداد　　　　درمیان و کنار مے بینم

یعنی ہندوستان کے درمیان میں اور اُسکے کناروں میں بڑے بڑے فتنے اُٹھیں گے اور جنگ ہوگا اور ظلم ہوگا۔

بندہ را خواجہ وش ہمے یابم   خواجہ را بندہ وار مے بینم

یعنی ایسے انقلاب ظہور میں آئینگے کہ خواجہ بندہ اور بندہ خواجہ ہو جائے گا، امیر سے فقیر اور فقیر سے امیر بن جائے گا۔

ہر کہ ادبار یار بود امسال   خاطرش زیرِ بار مے بینم

اس سال کے بُرے حالات سے میرا دل بوجھل ہے۔

سِکّہء نَو زنند بر رُخِ زر   در ہمش کم عیار مے بینم

یعنی ہندوستان کی پہلی بادشاہی جاتی رہے گی اور نیا سِکّہ چلے گا جو کم عیار ہوگا۔ اور یہ سب کچھ تیرھویں صدی میں سلسلہ وار ظہور میں آجائے گا۔

ہر یک از حاکمانِ ہفت اقلیم   دیگرے را دو چار مے بینم

بڑی بڑی سلطنتوں کے حکمرانوں کے بھی آپس میں اختلافات چل رہے ہیں۔

ماہ را رُو سیاہ مے نگرم   مہر را دِل فگار مے بینم

چاند کا چہرہ سیاہ اور سورج کو زخمی دیکھ رہا ہوں (سورج اور چاند گرہن کی پشینگوئی کی طرف اشارہ)

تاجر از دُور دست و بے ہمراہ   ماندہ در رہ گزار مے بینم

تاجر جو دُور دراز کے ممالک سے اپنی تجارت کے فروغ کے لئے نکلے تھے، رستوں میں ہی ناکامی سے دوچار ہو گئے ہیں۔

حالِ ہند خراب می یابم   جَورِ ترک تبار مے بینم

ہندوستان بھی بُرے حالات میں ہے، اور تُرکی میں ظلم وستم کا دَور دَورہ ہے۔

بعض اشجار بوستانِ جہاں   بے بہار و ثمار مے بینم

یعنی قحط پڑیں گے اور باغات کو پھل نہیں لگیں گے۔

ہمدلی و قناعت و کُنجے   حالیا اختیار مے بینم

ان حالات میں، میں گوشہ نشینی اور توکل علی اللہ کرتا ہوں، میرے لئے اسکے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

غم مخور زانکہ من دریں تشویش   خرمی وصل یار مے بینم

یعنی اِس تشویش اور فتنہ کے زمانہ میں جو تیرھویں صدی کا زمانہ ہے، غم نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ وصلِ یار کی خوشی بھی اِن فتنوں کے ساتھ اور اُن کے درمیان ہے، مطلب یہ کہ جب تیرھویں صدی کے تمام فتنے کمال کو پہنچ جائیں گے تو وصلِ یار کی خوشی اخیر صدی میں ظاہر ہوگی، یعنی خدا تعالیٰ رحمت کے ساتھ توجہ کرے گا۔

چوں زمستاں بے چمن بگزشت　　شمس خوش بہار مے بینم

یعنی چوں زمستاں بے چمن مراد یہ ہے کہ جب تیرھویں صدی کا موسمِ خزاں گزر جائے گا تو چودھویں صدی کے سر پر آفتابِ بہار نکلے گا۔ یعنی مُجدّدِ وقت ظہور کرے گا۔

دَورِ او چُوں شود تمام بکام　　پسرش یادگار مے بینم

یعنی جب اُسکا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اُسکے نمود پر اُسکا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔ یعنی مقدر یوُں ہے کہ خدا تعالیٰ اِسکو ایک لڑکا پارسا دے گا جو اُسی کے رنگ میں رنگین ہوگا، یہ درحقیقت اِس عاجز کی اُس پیشگوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے۔

بندگانِ جناب حضرتِ او　　سر بسر تاجدار مے بینم

یعنی یہ بھی مقدر ہے کہ بالآخر اُمراء اور ملوک اُسکے معتقد خاص ہو جائیں گے اور اسکی نسبت ارادت پَیدا کرنا بعضوں کے لئے دینوی اقبال اور تاجداری کا موجب ہوگا۔ یہ اُس پیشگوئی کے مطابق ہے جو اِس عاجز کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اِس عاجز کو مخاطب کر کے کہا کہ مَیں تجھ پر اسقدر فضل کروں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور ایک جگہ فرمایا کہ تیرے دوستوں اور محبّوں پر بھی احسان کیا جائے گا۔

بادشاہ تمام ہفت اقلیم　　شاہ عالی تبار مے بینم

یعنی مجھ کو کشفی نظر میں وہ ایک شاہِ عالی خاندان ہفت اقلیم کا بادشاہ نظر آتا ہے۔ یہ مطابق اُس پیشگوئی کے ہے جو ازالہ اوہام میں درج ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے:۔

حکم اللہ الرّحمٰن لخلیفة اللّٰہ السلطان یؤتیٰ لہ الملک العظیم الخ۔ یہ اس عاجز کی نسبت الہام ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ خلیفۃ اللہ بادشاہ جسکو ایک ملکِ عظیم دیا جائے گا اور جس پر زمین کے خزانے کھولے جائیں گے۔ اِس بادشاہی سے مُراد اِس دنیا کی ظاہری بادشاہی نہیں بلکہ رُوحانی بادشاہی ہے (۱)

صُورت و سیرتش چو پیغمبر　　علم و حلمش شعار مے بینم

یعنی ظاہر باطن اپنا نبی کی مانند رکھتا ہے اور شانِ نبوت اُس میں نمایاں ہے اور علم اور حلم اُس کا شعار ہے مُراد یہ کہ بباعث اپنی اتباع نبی کریم کے گویاؤ ہی صُورت اور وُہی سیرت اُسکو حاصل ہوگئی ہے یہ اِس الہام کے مطابق ہے جو اِس عاجز کے بارے میں براہین میں چھپ چکا ہے اور وُہ یہ ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء یعنی فرستادۂ خدا در حُلّہ ہائے انبیاء۔

---

(۱) حضرت عیسٰی کی نسبت بھی پہلی کتابوں میں یہ پیشگوئی تھی کہ وُہ بادشاہ ہوگا۔ مگر آخر مسیح غریبوں اور مسکینوں کے لباس میں ظاہر ہوا۔ اور یہودی بوجہ نہ پائے جانے ظاہری نشانوں کے منکر ہوگئے۔

یدِ بیضا کہ با او تا بندہ   باز با ذو الفقار مے بینم

یعنی اُس کا وُہ روشن ہاتھ جو اتمامِ حُجّت کی رُو سے تلوار کی طرح چمکتا ہے پھر مَیں اُس کو ذوالفقار کے ساتھ دیکھتا ہوں یعنی ایک زمانہ ذوالفقار کا تو وُہ گزر گیا کہ جب ذوالفقار علی کرّم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں تھی مگر خدا تعالیٰ پھر ذوالفقار اُس امام کو دے دے گا۔ اسطرح پر کہ اُسکا چمکنے والا ہاتھ وہ کام کریگا جو پہلے زمانہ میں ذوالفقار کرتی تھی سو وہ ہاتھ ایسا ہوگا کہ گویا وُہ ذوالفقار علی کرّم اللہ وجہہ ہے جو پھر ظاہر ہوگئی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ امام سلطان القلم ہوگا اور اسکی قلم ذوالفقار کا کام دے گی۔ یہ پیشینگوئی بعینہٖ اِس عاجز کے اُس الہام کا ترجمہ ہے جو اِس وقت سے دس 10 برس پہلے براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے اور وُہ یہ ہے کتاب الولی ذوالفقار علی۔ یعنی کتاب اِس ولی کی ذوالفقار علی کی ہے یہ اِس عاجز کی طرف اشارہ ہے۔ اسی بناء پر بارہا اس عاجز کا نام مکاشفات میں غازی رکھا گیا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے بعض دیگر مقامات میں اِسی کی طرف اشارہ ہے۔

گلشنِ شرع را ہمے بوئم   گل دین را ببار مے بینم

یعنی اُس سے شریعت تازہ ہوجائے گی اور دین کے شگوفوں کو پھل لگیں گے۔ یہ اُس اِلہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ 498 میں درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہریک دین پر بذریعہ اِس عاجز کے دِین اسلام غالب کیا جائیگا۔ اور پھر صفحہ 491 براہین یہ الہام ہے کہ خدا تجھ کو ترک نہیں کرے گا جب تک کہ خبیث اور پاک میں فرق کر کے دِکھلا دے۔

تا چہل سال اے برادرِ من   دور آں شہسوار مے بینم

یعنی اُس روز سے جو وُہ امام ملہم ہو کر اپنے تئیں ظاہر کریگا۔ چالیس 40 برس تک زندگی کرے گا۔ اَب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوتِ حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ اسی 80 برس تک یا اس کے قریب تیری عمر ہے سو اِس الہام سے چالیس 40 برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے جن میں سے دس برس کامل گزر بھی گئے دیکھو براہین احمدؑیہ صفحہ 238 و الله علیٰ کلّ شيءٍ قدیر اگرچہ ابتک حضرت نوح کی طرح دعوتِ حق کے آثار نمایاں نہیں لیکن اپنے وقت پر تمام باتیں پُوری ہونگی۔

عاصیاں از امامِ معصُومم   خجَل و شرمسار مے بینم

اِس بَیت میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُس امام کی جو چودھویں صدی کے سر پر آئے گا مخالف اور نافرمان بھی ہونگے جن کے لئے آخر خجالت اور شرمساری مقدر ہے اسی کی طرف اِس الہام میں اشارہ ہے جو آسمانی فیصلہ میں چھپ چُکا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں فتاح ہوں تجھے فتح دونگا ایک عجیب مَدد تو دیکھے گا اور سجدہ گاہوں میں گریں گے یعنی مخالف لوگ یہ کہتے ہوئے کہ خدایا ہمیں بخش کہ ہم خطاوار تھے۔

غازی دوستدار دُشمن کُش   ہمدم و یار غار مے بینم

وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک غازی ہے جو دشمنوں کا صفایا کرے گا اور اپنے احباب سے محبت اور لطف و شفقت کا سلوک کرنے والا ہوگا۔

زینتِ شرع و رونقِ اسلام محکم و استوار مے بینم

یعنی اُسکے آنے سے شرع آرائش پکڑ جائے گی اور اسلام رونق پر آجائے گا اور دین متین محمدی محکم اور استوار ہو جائے گا۔ یہ اس الہام کے مطابق ہے جو اس وقت سے دس برس پہلے براہین میں چھپ چکا ہے اور وہ یہ ہے۔

بخرام که وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم اُفتاد۔ اور نیز یہ الہام هو الذی ارسل رسوله بالهُدیٰ و دین الحق لیظهرهٗ علی الدّین کلهٖ۔ دیکھو صفحہ 239 براہین احمدیہ حاشیہ۔

گنج کسریٰ و نقد اسکندر ہمہ بر رُوئے کار مے بینم

قیصر و کسریٰ کے خزانے اور سکندر کی نقدیاں سب ختم ہو گئی ہیں۔ غریبی اور کسمپرسی کی سی حالت ہے (یعنی پُر شکوہ حکومتیں بھی بد حال معیشت کا شکار ہیں)۔

بعد ازاں خود امام خواہد بود بس جہاں را مدار مے بینم

ان حالات کے بعد زمانے کے امام کا ظہور ہوتا ہے، جس سے دنیا کو پھر سے ایک سہارا مل گیا ہے۔

اح م و دال مے خوانم نامِ آں نامدار مے بینم

یعنی کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا ہے کہ نام اُس امام کا احمد ہوگا۔

دین و دُنیا ازو شود معمور خلق زو بختیار مے بینم

یعنی اُسکے آنے سے اسلام کے دن پھریں گے اور دین کو ترقی ہوگی اور دُنیا کو بھی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ اسکے ساتھ بدل و جان ہو جائیں گے خدا تعالیٰ انکے گناہ بخش دے گا اور دین میں استقامت عطا کرے گا اور وہی اسلام کی دُینوی ترقی کا بھی پودا ٹھہریں گے کہ خدا ان کو نشو و نما دے گا اور ان میں اور اُن کی ذُرّیت میں برکت رکھے گا۔ یہاں تک کہ دُنیا میں بھی وہ ایک با اقبال قوم ہو جائے گی اِسی کے مطابق براہین احمدیہ میں الہام درج ہے

و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمة۔

اور یہ جو اشارہ کیا کہ اُسکے آنے سے اسلام کی دینی و دنیاوی حالت صلاحیت پر آجائے گی اسکی اصل حقیقت یہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے وہ اسلام کے لئے رحمت ہو کر آتا ہے اور اسی کے ساتھ جلد یا دیر سے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے مگر اوائل میں قحط اور وبا وغیرہ کی تنبیہیں بھی اُترا کرتی ہیں اور اہلِ کشف انجام کا حال بیان کرتے ہیں نہ ابتدائی واقعات کا۔

مہدیء وقت و عیسیٰ ء دَوراں　　　　ہر دو را شہسوار مے بینم

یعنی وہ مہدی بھی ہوگا اور عیسےٰ بھی دونوں صفات کا حامل ہوگا اور دونوں صفات سے اپنے تئیں ظاہر کریگا یہ آخری بیت عجیب تصریح پر مشتمل ہے جس سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے کہ وُہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم پا کر عیسیٰ ہونے کا بھی دعویٰ کرے گا اور ظاہر ہے کہ یہ دعویٰ تیرہ سو برس 1300 سے آج تک کسی نے بجز اِس عاجز کے نہیں کیا کہ عیسےٰ موعود میں ہوں۔

ایں جہاں را چو مصر مے نگرم　　　　عدلِ او را حصار مے بینم

میں دنیا کو ایک شہر کی مانند دیکھتا ہوں، اور ہر طرف عدل و انصاف کا دور دورہ ہے۔ (یعنی ''گلوبل ولیج'' میں ہر طرف حقوق کی بات کی جائے گی)

ہفت باشد و زیر سُلطانم　　　　ہمہ را کامگار مے بینم

میرے اس بادشاہ کے ساتھ سات وزیر ہیں، سب کی کارکردگی سے کامرانی نمایاں ہے۔

بر کفِ دست ساقیء وحدت　　　　بادہء خوشگوار مے بینم

یہ ساقی اپنے ہاتھ سے خدائے واحد کی خوشبودار شرابِ معرفت بانٹ رہا ہے۔

تیغ آہن دِلاں زنگ زدہ　　　　کند و بے اعتبار مے بینم

وہ مخالف جن کے دل لوہے کی تلوار کی طرح تھے، زنگ خوردہ، کند اور نا قابلِ اعتبار ہو گئے ہیں۔

گرگ با میش شیر با آہو　　　　در چرا با قرار مے بینم

بھیڑیا، بھیڑ، شیر اور ہرن ایک ہی چراگاہ میں چر رہے ہیں۔

ترک عیار سُست مے نگرم　　　　خصم او در خمار مے بینم

اس مسیح کے ظہور کے بعد تُرک کی سلطنت کچھ سست ہو جائے گی، اور سلطنت کا مخالف بھی یعنی رُوس فتحیابی کا کچھ اچھا پھل نہیں دیکھے گا، اور آخر کار فتح کا سرور جاتا رہے گا، اور خمار رہ جائے گا۔

نعمت اللہ نشست بر کُنجے　　　　از ہمہ بر کنار مے بینم

ان حالات میں نعمت اللہ گوشہ نشین ہو کر عبادت کر رہا ہے

(نیک لوگوں کے پاس اسکے سوا کوئی چارہٗ کار نہیں کہ گوشہ نشین ہو کر کسی مصلح کی آمد کے لئے دعا کرتے رہیں)۔

گزشتہ سے پیوستہ

مسیحؑ تیرا لنگر وسیع

لطف الرحمٰن محمود

حضرت مسیح موعود کا علمی دسترخوان

مادی غذا کی شکل میں حضورؑ کے لنگر خانے کے مائدے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، جو جماعت کے مراکز میں سال بھر بٹتا رہتا ہے۔ مختلف ممالک میں جلسہ سالانہ کے موقع پر یہ لنگر خانے حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی خدمت کیلئے سرگرم ہوجاتے ہیں۔ اس مرحلے پر راقم الحروف حضرت اقدسؑ کے ایک اور دسترخوان کا ذکر کرنا چاہتا ہے یعنی قرآن مجید کے علوم و معارف اور صداقت اسلام کی تشریح وتوضیح کے دلائل و براہین کا دسترخوان!

حضورؑ کا یہ علمی دسترخوان، تحریوں، تقریروں اور خطوط و مکاتیب کی شکل میں محفوظ ہے۔

تصانیف

80 کے لگ بھگ چھوٹی بڑی کتابیں، روحانی خزائن کی 23 جلدوں میں موجود ہے۔ یہ قیمتی سرمایہ سیڈیز کی شکل میں بھی دستیاب ہے۔ یہ علمی خزانہ انٹرنیٹ پر بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ ان تصانیف میں تقریباً 25 فیصد فصیح و بلیغ عربی میں ہیں۔ ان میں سے بعض کا اردو اور فارسی ترجمہ ساتھ ساتھ دیا گیا ہے۔ بعض کتابوں کے عربی متن کا اردو ترجمہ حضورؑ کا کیا ہوا ہے۔ لیکن اکثر فارسی تراجم حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ کے کئے ہوئے ہیں۔ اعجازِ احمدی، حجۃ اللہ، منن الرحمٰن، نور الحق حصہ اول و دوم کا متن کے ساتھ اردو ترجمہ بھی موجود ہے۔ اعجاز المسیح، مواہب الرحمٰن، لجۃ النور میں عربی کا فارسی میں ترجمہ دیا گیا ہے۔ نجم الہدیٰ میں اردو اور فارسی دونوں تراجم ساتھ ساتھ درج ہیں۔ بلکہ کچھ عرصہ بعد اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کر دیا گیا۔ حضورؑ کی بعض کتابوں کے کئی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ انشاء اللہ وہ وقت بھی آئے گا جب حضرت اقدسؑ کی تمام تصانیف، ملفوظات، اشتہارات اور مکتوبات کا ترجمہ بھی دستیاب ہوگا۔

ملفوظات

حضورؑ کی تقاریر اور نصائح کو 10 جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔ ملفوظات تربیت و اصلاح کیلئے نسخہء کیمیا کی تاثیر کے حامل ہیں۔ حال ہی میں ملفوظات کا ایک ایڈیشن 5 بڑی جلدوں میں پیش کیا گیا ہے۔

اشتہارات

حضورؑ نے تبلیغ حق اور غلط فہمیوں کے ازالہ کیلئے 1887 سے 1908 تک 285 اشتہارات جاری فرمائے۔ یہ تمام تاریخی اشتہار 1565 صفحات پر مشتمل 3 جلدوں میں جمع کئے گئے ہیں اور ''مجموعہء اشتہارات'' کہلاتے ہیں۔ حضورؑ نے اپنی زندگی کا آخری اشتہار 23 مئی 1908 کو یعنی اپنی وفات سے 3 دن قبل تحریر فرمایا جو لاہور کے اخبار عام میں 26 مئی 1908 کو شائع ہوا۔ 25 مئی کی شام تک حضورؑ اپنی آخری تصنیف ''پیغامِ صلح'' لکھنے میں مصروف رہے۔ اگلے دن حضورؑ ساڑھے دس بجے صبح وفات پا گئے۔ سلطان القلمؑ کا قلم معجزانہ تسلسل کے ساتھ آخر تک چلتا رہا! حق تو یہ ہے کہ جہاد کا حق ادا کر دیا!!

خطوط

حضورؑ نے جو خطوط مختلف اوقات میں رقم فرمائے۔ انہیں ان ''مکتوبات'' کے نام سے 10 جلدوں میں محفوظ کردیا گیا ہے۔

قرآنی آیات کی تفسیر

حضورؑ نے اپنی تصانیف میں بہت سے مقامات پر آیاتِ قرآنی کی تفسیر فرمائی ہے۔ ان تمام آیات کی تفسیر کو 3131 صفحات پر مشتمل 4 جلدوں میں یکجا کردیا گیا

ہے۔

منظوم کلام

حضورؑ کا منظوم کلام درثمین اُردو، درثمین فارسی اور درثمین عربی کی شکل میں دستیاب ہے۔ لجنہ اماء اللہ کراچی نے درثمین اُردو کے ایک نئے ایڈیشن میں بڑی محنت کے ساتھ مشکل الفاظ کے تلفظ کو Transliteration کرنے کے علاوہ سلیس اور آسان اردو میں معانی بھی دیئے ہیں۔ درثمین فارسی پر بھی تحقیقی کام ہوا ہے۔ اہلِ زبان تو عربی کلام کو براہِ راست سمجھتے ہیں۔ انشاء اللہ عربی درثمین بھی افادۂ عام کیلئے ترجمہ و تشریح کے ساتھ پیش کی جائے گی۔

میں مانتا ہوں کہ مغرب یعنی امریکہ، کینیڈا اور یورپ کے ممالک میں زندگی بہت مصروف ہے۔ اس کے باوجود میری مؤدبانہ التماس ہے کہ ہمارے بھائی اور بہنیں ان کتابوں کے مطالعہ کیلئے وقت نکالیں۔ ایک آدھ صفحہ کے مطالعہ پر کتنا وقت لگتا ہے؟ اگر اس نیک کام کیلئے باقاعدگی سے تھوڑا سا وقت نکال لیا جائے تو بڑی برکت کا باعث ہوگا۔ ورنہ اس نادر علمی خزانے کو نظر انداز کرنا ایک غفلت ہی نہیں، امام الزمان کی ناقدری کی معصیت کا پہلو بھی لئے ہوئے ہے۔ حضورؑ نے تو یہاں تک تاکید فرمائی ہے کہ ہر احمدی ان کتابوں کو کم از کم 3 بار پڑھے۔ میں بڑے ادب سے اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں کہ ہر بار مطالعہ سے نئی معرفت اور روشنی میسر آئی ہے۔

اس علمی دسترخوان میں بھی وسعت آنے کا عمل جاری ہے۔ خلفائے سلسلہ کی تفاسیر حضرت اقدسؑ کے علوم و معارف کی خوشہ چینی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی تفسیر (2300 صفحات) اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تفسیر کبیر (7000 صفحات) ایک عظیم خزانہ ہے۔ خلفاء کی تصانیف، تقاریر اور خطبات حضورؑ ہی کے علم کلام کا فیضان ہے۔ جماعت کے علماء بھی اسی روشنی سے اکتساب کر کے اس دسترخوان کو سجانے کی کوشش میں مصروف رہے ہیں۔ یہ علمی دسترخوان بھی مسیحؑ کے ''لنگر'' کا حصہ ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ کام بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے گا، انشاء اللہ۔

xxxxxxxxxxxxxxxxxx

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بہادری کا ایک واقعہ

''آپ کی عمر تیس سال کے قریب تھی۔ جب آپ مکہ سے واپس آ کر اپنے وطن بھیرہ میں رہنے لگے۔ آپ کے وطن کے عالموں نے آپ کے دینی علم کا بہت مقابلہ کرنا چاہا اور علم کے میدان میں آپ کو ہرانے کی کوشش کرنی چاہی۔ جب ناکام ہوگئے تو آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ آپ کی مخالفت کا اتنا زور ہوا کہ ایک شخص جو آپ کا دودھ شریک بھائی تھا، اس نے آپ کے دشمنوں سے کہا کہ میں نور الدین کو چھری مار کر ختم کر دوں گا۔ آپ کو بھی پتہ چل گیا۔ اور ایک رات عشاء کی نماز کے بعد آپ اس کے گھر چلے گئے۔ اس کی ماں کا چونکہ آپ نے دودھ پیا تھا اس لئے وہ آپ سے پردہ تو کرتی نہ تھیں۔ آپ ان کے گھر جا کر لیٹ گئے۔ سب نے سمجھا کہ آپ سو گئے ہیں۔ جب آدھی رات کا وقت ہوا تو اس کی ماں نے آپ کو جگایا اور کہا بیٹا! تم اپنے گھر جاؤ۔ آپ نے کہا میں یہیں سوؤں گا۔ کیونکہ آدھی رات تو گزر گئی ہے۔ اس نے کہا نہیں تم اپنے گھر جا کر سوؤ۔ آپ نے کہا میں اکیلا نہیں جاؤں گا میرے دودھ شریک بھائی کو بھی میرے ساتھ بھیجو تاکہ وہ مجھے میرے مکان تک چھوڑ آئے۔ وہ آپ کے ساتھ چل پڑا۔ آپ نے جان بوجھ کر اس کو پیچھے پیچھے رکھا اور خود آگے چلے۔ لیکن اس نے کچھ نہ کیا۔ پھر جب آپ گھر کے دروازے پر پہنچے تو گھر کی سیڑھیوں کے اوپر کھڑے ہو کر اس کو نیچے کی سیڑھی پر کھڑا کر کے باتیں کرنے لگے۔ تاکہ وہ اطمینان سے چھری مار سکے۔ لیکن وہ اس قدر گھبرایا کہ اس نے آپ سے کہا کہ اب اجازت دیں۔ میں واپس جاتا ہوں۔۔۔۔''

(سوانح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ صفحہ 17-18)

یادِ رفتگان

میری پیاری والدہ حمیدہ ثریا صاحبہ

قرۃ العین پیر انصار الدین

والدین خداتعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں۔جن کا وجود سراپا محبت اور جن کا کوئی نعم البدل نہیں۔ پھر ماں کی ہستی میں تو خداتعالیٰ نے اپنا عکس ڈال دیا ہے اور جب یہ پیارا وجود ہم میں نہیں ہوتا تو اُن کی شدید کمی محسوس ہوتی ہے۔ مائیں تو سب کی خیال رکھنے والی اور محبت کرنے والی ہوتی ہیں لیکن کچھ مائیں اپنے وجود میں دوسروں کیلئے بھی مثال ہوتی ہیں۔ ہماری ماں بھی غیر معمولی ماؤں میں سے ہیں۔

وہ قادیان میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد علی حیدر صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔میری والدہ کے بچپن کا کچھ حصہ قادیان میں گزرا۔ اُس پاک بستی کا عکس میری والدہ کے وجود میں نظر آتا تھا۔احمدیت کے خلاف ایک لفظ بھی سننا پسند نہ کرتی تھیں۔جب تک ربوہ میں جلسے کا انعقاد ہوتا رہا،شاید ہی کوئی جلسہ انہوں نے چھوڑا ہو۔اُن کو قرآن مجید سے عشق تھا۔بہت ہی اچھا تلفظ اور انتہائی خوش الحانی سے تلاوت کیا کرتی تھیں۔قرآن مجید میں بہت روانی تھی اسلئے رمضان میں اکثر دو تین دور مکمل کر لیا کرتیں تھیں۔ اور جب فالج کا حملہ ہوا اور بولنے میں دقّت تھی۔آپ لگا تار قرآن مجید کی تلاوت کرتی رہیں اور اللہ کے فضل وکرم سے زبان بالکل ٹھیک ہوگئی۔

اُن کو خلافت سے بے انتہا عقیدت تھی،ہمیں اور ہمارے بچوں کو حضور کو خط لکھنے اور خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔خلافت کی صد سالہ جوبلی کا بڑا انتظار تھا لیکن زندگی نے اتنی مہلت نہ دی اور حیران کن بات ہے کہ جس دن خلافت کا دن تھا اور سب لوگوں نے صبح تہجد کیلئے مسجد جانا تھا ہماری بھابھی کو خواب میں امی آئیں اُنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سبز رنگ کا دوپٹہ لیا ہوا تھا اور میرے بھائی کے گھر آ کر بیٹھ گئیں اور یوں لگا کہ صد سالہ تقریبات کیلئے سویرے سویرے آگئی ہیں۔

قادیان جانے کی شدید خواہش تھی لیکن وہ ملکی حالات کی وجہ سے بہت عرصہ تک قادیان نہ جاسکیں۔اللہ تعالیٰ نے وفات سے کچھ عرصہ قبل یہ خواہش بھی پوری کردی وہاں خلیفہء وقت سے ملاقات بھی ہوگئی جس پر وہ بہت خوش تھیں۔ایک پُر جوش داعی الی اللہ تھیں۔ ہر وقت اور ہر جگہ موقع محل کے مطابق احمدیت کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیتی تھیں بلڈ پریشر کی وجہ سے اکثر بیمار ہوجاتیں جب بھی ہسپتال میں داخل کیا گیا اور طبیعت سنبھلی تو دوسرے مریضوں کو دعوت الی اللہ کرتی رہتیں۔اپنی وفات سے چند ماہ پہلے ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔وہاں کی دو تین مریض خواتین بہت متاثر ہوئیں کہ انہوں نے ہمیں اللہ رسولؐ کی بہت سی باتیں بتائی ہیں جو ہمیں معلوم نہ تھیں۔ اُن کا دعوت الی اللہ کا انداز بڑا پیارا اور بہت اثر کرنے والا ہوتا تھا۔

دعا گو خاتون تھیں۔اپنی ہر پریشانی کا اظہار اللہ تعالیٰ سے کرتیں اور ہمیں بھی خدا سے ہی سب کچھ مانگنے کو کہتیں۔ ہمیں جب بھی پریشانی ہوتی اُن کو دعا کیلئے فون کیا۔اس قدر پیارے انداز میں تسلی دی کہ آدھی پریشانی کم ہوجاتی۔ اُن کے جانے کے بعد دعاؤں کی شدید کمی محسوس ہوتی ہے ۔

دنیا میں ہر شے مل جاتی ہے مائیں نہیں ملتیں
چھن جائیں اگر تو دعائیں نہیں ملتیں

دُنیا داری اُن میں نام کو نہ تھی۔عام عورتوں کی طرح میں نے اُنہیں کپڑوں اور زیوروں کی باتیں کرتے کبھی نہیں سُنا۔کبھی مال و دولت اکٹھی نہ کی بہت سادہ لباس پہنا اپنی ضرورت سے زیادہ چیز دوسروں میں بانٹ دی۔ بہن بھائی باہر سے جوتے کپڑے بھیجتے۔بس ایک آدھ رکھ کر باقی سب دوسروں میں بانٹ دیتیں۔ وفات کے وقت چند کپڑوں کے علاوہ اُن کے پاس کچھ نہ تھا۔اکثر زیادہ پیسے ہوتے تو دوسروں کو دے دیتیں۔اُن کی وفات پر پتہ چلا کہ اس طرح کئی لوگوں کی مدد کی ۔ ہر ایک کی ضرورت کا خیال رکھا۔اُن کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اُنہیں میں نے آج تک کسی کی غیبت کرتے نہ دیکھا۔ کسی سے کچھ کہنا ہوتا تو منہ پر کہہ دیتی تھیں۔

بڑی خود دار تھیں۔زندگی کے تنگی ترشی کے دنوں میں بھی اپنے حالات کسی کو نہ بتائے۔انتہائی صابر اور ہمت والی خاتون تھیں۔عرصہ دس سال سے بلڈ پریشر کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی۔ فالج ہوا،نظر چلی گئی۔یادداشت پر

اثر ہوا کبھی واویلا نہ کیا انتہائی صابر خاتون تھیں۔
اپنے بہن بھائیوں اور رشتے داروں سے بے لوث محبت کرتی تھیں بچے اگر کسی کا شکوہ کرتے بھی تو منع کر دیتیں کبھی کسی بہن بھائی کی برائی کرتے یا شکوہ کرتے میں نے نہیں سنا۔ اُن کی وفات پر چچا کا بیٹا جو بہت بچپن میں یتیم ہوگیا تھا زاروقطار روتا رہا کہ انہوں نے تو ہمارا اکثر خیال رکھا۔ اُن کے والدین کو فوت ہوئے عرصہ ہو چکا ہے۔ لیکن وہ ابتک اُن کی طرف سے چندہ ادا کر رہی تھیں۔
مجھے نہیں یاد کہ وہ میرے گھر آئی ہوں اور خطبہ نہ سنا ہو۔ پہلی بار نہ بھی سن سکتیں تو دوسری بار ضرور سننے کی کوشش کرتیں۔ ادبی ذوق سے آپ نے وافر حصہ پایا۔ اپنے بچپن کے زمانے سے ہی بہت اچھی نظمیں لکھتی رہیں۔ دُرِّثمین تقریباً ساری یاد تھی اور اکثر بہت خوش الحانی سے نظمیں پڑھا کرتی تھیں۔ اکثر لجنہ کے اجلاسوں میں بھی وہ نظمیں پڑھا کرتی تھیں۔ آج تقریباً وہ سب بچے ان باہر کے ملکوں میں آ بسے ہیں جن کیلئے انہوں نے بہت دعائیں کی ہوئی ہیں۔ ان کی خیریت سننے کیلئے بے چین رہتیں اُن کے فون کا انتظار کرتی رہتی تھیں۔ آج وہ ہم میں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حق میں اُن کی ساری دعائیں قبول کرے۔ اُن کی نسلوں میں نیکیاں قائم ہوں سب بچے احمدیت سے وابستہ رہنے والے اور خلافت سے محبت کرنے والے ثابت ہوں۔ اور جو دعاؤں کی کمی کا خلاء پیدا ہوگیا ہے وہ محض اپنے فضل سے پورا کرے۔
اپنی وفات سے چند ماہ پہلے جب قادیان جانے لگیں تو مجھے کہنے لگیں کہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ تم نے سب کا ماں کی طرح خیال رکھنا ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی، اُنہیں ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ لمحوں میں چلتے پھرتے اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ اکثر دعا کرتی تھیں کہ محتاجی کی زندگی سے بچانا اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی۔
میں جب امریکہ آئی تو بہت دفعہ میرے خواب میں آئیں۔ میں کچھ پریشان بھی ہوئی کہ شاید مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے یا میں اپنے بہن بھائیوں کا اچھی طرح سے خیال نہیں رکھ سکی۔
اللہ تعالیٰ ان سب بہن بھائیوں کا جو دیارِ غیر میں ہیں اور ایک بھائی جو پاکستان میں ہے سب کا خود نگہبان ہو۔ ہماری والدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے اُن کی سب نیک خواہشات پوری کرے اور دین سے محبت اُن کی نسلوں میں قائم و دائم رہے۔ اُن کی سب دعائیں ہمارے حق میں پوری ہوں اور نیکیاں جو وہ ہم میں دیکھنا چاہتی تھیں، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے پیدا کر دے۔ سب احباب سے اُن کی مغفرت اور درجات کی بلندی کیلئے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صبر و سکون دے، آمین۔
راولپنڈی میں اُن کا جنازہ پڑھا گیا پھر ربوہ میں جنازہ ہوا۔ اُس کے بعد حضور نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھا۔ لندن، جرمنی، کینیڈا اور امریکہ میں اُن کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرے اور اپنے پیاروں میں شامل رکھے، آمین۔

xxxxxxxxxxxxxxxxxx

میرا مرزا

رشید قیصرانی

میرا مرشد، میرا ہادی، میرا آقا، میرا مرزا
میرا محسن، میرا ملجا، میرا ماوا، میرا مرزا

اس دورِ شبِ تار کے اوراق پہ مرقوم
تھا صبح درخشاں کا قصیدہ میرا مرزا

دلشاد دعاؤں کا برستا ہوا بادل
اور فیض کا بہتا ہوا دریا میرا مرزا

وہ چاند وہ خورشیدِ جہاں تاب کا عکاس
وہ نور، وہ ندرت، وہ اجالا میرا مرزا

تصدیق کی اک مُہر عطا جن کو ہوئی تھی
اس صاحبِ خاتم کا نوشتہ میرا مرزا

رہبر تھا رہِ راست کا اور وقت کا نبّاض
مہدی میرا مرزا تھا، مسیحا میرا مرزا

آنے والے نئے منصفوں کے لئے

ارشاد عرشی ملک، اسلام آباد پاکستان

ہاتھ میں ہے ہمارے دُعا کا عصا، اس نئے دور کے ساحروں کے لئے
لے کے آئیں نئی رسیاں سوٹیاں، ہے یہ پیغام جادوگروں کے لئے

شوق سے اپنے ڈھنڈورچی بھیج دو، سارے افسوں گروں کو اکٹھا کرو
کیوں ہراساں ہو تم ہار سے اس قدر، دن مقرر کرو فیصلوں کے لئے

یہ زمانہ ہے شدّاد و نمرود کا، دھونس کا دھاندلی اور بارود کا
کوئی فرعون ہے کوئی ہامان ہے، خوب موقعے ہیں غارت گروں کے لئے

صرف جُبّے عمامے ہیں مُلا کا دیں، دل میں ذوقِ یقیں ہے نہ علم الیقیں
مسئلے بانٹتے ان کو صدیاں ہوئیں، حیف ہے ایسے سوداگروں کے لئے

جو غرور عبادت جبیں میں لئے، بندگانِ خدا سے نہ گھل مل سکے
اُن کے سجدے یہیں خاک میں رہ گئے، خاک باقی ہے پیشانیوں کے لئے

تیرہ باطن گریزاں رہے نور سے، وہ ہیں مانوس ظلمت کے دستور سے
شب گزیدہ کو کیا روشنی کی طلب، دن تو آفت ہے چمگادڑں کے لئے

ہم مُوَحّد ہیں رسمی مُقلّد نہیں، خود گھڑے ضابطوں کے مُقیّد نہیں
ہم کو جکڑو نہ رسموں کی زنجیر میں، یہ تو تنکے ہیں ہم سرپھروں کے لئے

ہاں مسیح محمد ﷺ کے چاکر ہیں ہم، چار پشتوں سے اس در کے نوکر ہیں ہم
ہم نے عہد بیعت خونِ دل سے لکھا، آنے والی نئی پیڑھیوں کے لئے

جھک کر ہم نے خود کو خدا پا لیا، منزل گم شدہ کا پتہ پالیا
جھکنے والوں نے ہے کیا سے کیا پالیا، رفعتیں وقف ہیں عاجزوں کے لئے

ہم پہ مولا کی نظر عنایت ہوئی، سارے رنج و الم سے فراغت ہوئی
کشتیِ نوح وجہ حفاظت ہوئی، دورِ حاضر کی طغیانیوں کے لئے

اے مسیح کوئی تجھ سا نہیں دوسرا ، تُو سحر کے مقابل تھا اک معجزہ
بن گیا اژدہا پھر قلم کا عصا ، مگر سب چھپی ناگنوں کے لئے

جو بھی حق پوش یک چشم دجّال ہیں، دیں کی دولت سے محروم وکنگال ہیں
قتل ہوں گے وہ حُجت کی تلوار سے ، یہ مقدر ہے متکبروں کے لئے

تُو بَراہیم تھا اُخروی دَور کا ، بت کدوں کے لئے قہر اور زلزلہ
ہاتھ میں تیرے چھانٹا تھا توحید کا ، سارے تثلیثیوں آریوں کے لئے

کتنے مُردے تھے یکلخت جو جی اٹھے، تیرے ہاتھوں مئے زندگی پی اٹھے
تو نے مُردہ زمینوں کو زندہ کیا ، مثل ساون تھا تو پت جھڑوں کے لئے

یک زباں ہو گئے سارے فقہائے سُو ،اُن کے فتوؤں کی بدبُو گئی چار سُو
سب دلائل ترے پاک اور باوضو، آبِ زمزم ہیں تشنہ لبوں کے لئے

تیرے دشمن سبھی بدزباں ہو گئے ، ان کے لہجے کُھلی برچھیاں ہو گئے
ڈھال ایسے میں تھا تیرا دست دعا ، وقف راتیں ہوئیں رت جگوں کے لئے

سب مذاہب میں بے حد مچی ہاؤ ہُو ، تجھ پہ جھپٹے سبھی دشمن آبرُو
بالمقابل تیرے جو بھی آیا عدُو ، درسِ عبرت بنا دوسروں کے لئے

آریوں کے لبوں پر تھی آہ و فغاں، دینِ تثلیث لینے لگا ہچکیاں
ایسی چمکی محمد ﷺ کی تیغ بُراں ،موت تھی راہبوں پنڈتوں کے لئے

حالتِ نزع میں ہے پُرانا جہاں ، کُفر اور شرک دونوں ہوئے نیم جاں
سلسلہ احمدیت کا اب ہے جواں ، وقت آخر ہے سب سلسلوں کے لئے

جب سے تجھ کو مسیح الزماں پا لیا، ہم مریضوں نے دستِ شفا پالیا
ابنِ مریم کا گو یا پتہ پا لیا ، زندگی ہے تُو مردہ تنوں کے لئے

اپنے الفاظ کیا ،اپنے جذبات کیا، عرشیؔ بے نوا تیری اوقات کیا
پھر بھی اپنی گواہی قلم بند کر، آنے والے نئے مُنصفوں کے لئے